سلسلہ نمبر۳۰ قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرت اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی کے درمیان خط و کتابت

حکیم فیض عالم صدیقی کا خط

بذریعہ رجسٹرڈ (8-8-76) منجانب : حکیم فیض عالم صدیقی محلّہ مستریاں جہلم ؎۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکرمی جناب حامد میاں صاحب !

السلام علیکم! ہفتہ بھر ہوا میں ہسپتال سے گھر آیا تو ماہنامہ میثاق کا قرآن کانفرنس نمبر دیکھا اُس میں آپ کا بھی ایک مقالہ ''فضیلتِ قرآن'' کے عنوان سے نظر سے گزرا۔

؎۱ حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایہ ناز محقق ہیں۔ اُس زمانہ کے نواصب (اہلِ سنتؒ کے مخالف) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرامؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظامؓ سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

یہ دیکھ کر اَز حد حیرت ہوئی کہ آپ نے سیدنا علیؓ کا نام جہاں لکھا اُس کے ساتھ کرم اللہ وجہہٗ لکھا۔ حالانکہ باقی تمام صحابۂ کرام کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا اور بولا جاتا ہے۔ آپ جیسے شیخ الحدیث محقق، فاضل اور اُستاد سے ایسی فحش غلطی؟

صرف آپ نے اِسی پر اِکتفاء نہ کی بلکہ ایک من گھڑت، وضعی اور بالکل کذب پر مبنی روایت ایسے مقام پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے جو سیاق وسباق کے لحاظ سے بھی وہاں فٹ نہیں بیٹھتی۔

" اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا " کا اِس عبارت سے قطعًا کوئی تعلق نہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا اور معلوم ہونا چاہیے کہ :

☆ امام ابن تیمیہؒ نے اِس کے متعلق فرمایا ہے کہ : فَعُلِمَ اَنَّ هٰذَا الْحَدِیْثَ اِنَّمَا افْتَرَاهُ زِنْدِیْقٌ جَاهِلٌ نَطَقَهٗ مَدْحًا وَهُوَ بِطَرِیْقِ الزَّنَادِقَةِ اِلٰی قَدحٍ فِی الْاِسْلَامِ .

☆ سخاوی کہتے ہیں : لَیْسَ لَهٗ وَجْهٌ صَحِیْحٌ .

☆ ملا علی قاری لکھتے ہیں: وَقَالَ ابْنُ مَعِیْنٍ اِنَّهٗ کِذْبٌ لَااَصْلَ لَهٗ وَکَذَا قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ وَیَحْیٰ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَوْرَدَهٗ اِبْنُ الْجَوْزِیِّ فِی الْمَوْضُوْعَاتِ وَاَوْفَقَهُ الذَّهْبِیُّ وَغَیْرُ عَلٰی ذَالِكَ وَقَالَ ابْنُ دَقِیْقِ الْعِیْدِ هٰذَا الْحَدِیْثُ لَمْ یُثْبِتُوْهُ وَقِیْلَ اِنَّهٗ بَاطِلٌ وَقَالَ الدَّارُ قُطْنِی غَیْرُ ثَابِتٍ . (موضوعات الکبیر)

☆ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: حدیث اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا رواه الترمذی من حدیث علی وَقَالَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مُنْکَرٌ وَاَنْکَرَهُ الْبُخَارِیُّ وَالْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَحِیْح وَقَالَ الذَّهَبِیُّ بَلْ هُوَ مَوْضُوْعٌ وَقَالَ اَبُوْذُرْعَة کَمْ خَلْقٍ اِفْتَضَحُوْا فِیْهِ وَقَالَ یَحْیَ ابْنُ مَعِیْنٍ لَااَصْلَ لَهٗ . (کتاب الحاوی ج ۲ ص ۳۲ طبع اوّل)

☆ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں : اَخْرَجَهُ النَّاسُ وَفِیْ اَسْنَادِهٖ جَمَاعَةُ الْمَجْرُوْحِیْنَ وَالْمَجَاهِیْلُ. (قرة العینین)

☆ شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں : اِس حدیث کو امام نووی، علامہ ذہبی، امام جزری نے مردود قرار دیا ہے۔ (تحفہ اثناء عشریہ)

صرف الحاکم اِسے صحیح قرار دیتا ہے لیکن وہ محض رافضی ہے۔ صاحبِ میزان الاعتدال کا قول ہے کہ:
ثُمَّ هُوَ شِيْعِيٌّ مَّشْهُوْرٌ مِّنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِّلشَّيْخَيْنِ. وَقَدْ قَالَ ابْنُ طَاهِرٍ سَأَلْتُ ابَا اِسْمٰعِيْلَ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِى عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ اِمَامٌ فِى الْحَدِيْثِ رَافِضِىٌّ خَبِيْثٌ. (ج ۲ ص ۴۰۲)
مزید تحقیق کے لیے تدریب الراوی ص ۳۱ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث بستان المحدثین اور اتحاف النبلا .

اِس موضوع روایت کے راویوں پر تفصیلی گفتگو کی فی الحال ضرورت نہیں سمجھتا۔

اَب اِس خط کی روشنی میں دو باتیں توجہ طلب ہیں :

۱۔ آپ اپنی علمی دیانت کو مدنظر رکھتے ہوئے رسالہ میثاق میں جن الفاظ میں مناسب سمجھیں اِعتراف کریں کہ اِس حدیث کے بیان کرنے میں مجھ سے سہو ہوا، یا تسامح ہوا یا غلطی ہوئی۔ اور اِس صورت میں مجھے مطلع فرمادیں تاکہ میں مطمئن ہوجاؤں۔ یعنی آپ کا اِعتراف شائع ہونے میں شاید ایک آدھ ماہ صرف ہوجائے۔

۲۔ دُوسری صورت یہ ہے یعنی اگر آپ کی طرف سے مجھے رسیدگی سے مطلع نہ کیا گیا تو میں دو ہفتے کے اِنتظار کے بعد خود آپ کے حوالہ سے مسلمانوں کو اِس غلط فہمی سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔

والسلام

اِس خط کی رسیدگی کا منتظر

فیض عالم جہلم

9-8-76

نوٹ : نقل رکھ لی گئی ہے۔ میں آخر میں یہ بھی عرض کردُوں کہ شیعیت اِن ہی چور راستوں سے اِسلام میں گھسی اور آپ جیسے شیخ الحدیثوں کی وجہ سے گھسی۔ اور جب وہ عوام کے سروں پر کابوس بن کر شرک و بدعت اور دَجل وفریب کے ضربوں سے عوام کو اپنے رنگ میں رنگ چکی پھر اِن علماء کو ہوش آئی اور اُنہوں نے پھر بھی اِس کے لاوہ بند کرنیکی کوشش نہ کی بلکہ سوتے[1] ہی پر بند باندھنے میں منہمک ہوگئے۔ یَالَلْعَجَبِ

---

[1] منبع ، چشمہ

حضرت اقدسؒ کا جوابی خط

۷۸۶

محترمی ومکرمی دام مجدکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب موصول ہوا۔آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔تعارف ضرور کرایئے۔کہاں پڑھا ہے؟ کن حضرات سے مستفید ہوئے ہیں اور کس طبقۂ فکر سے تعلق ہے؟ یعنی حنفی ہیں یا غیر حنفی؟

(۱) میں نے اپنے اساتذہ سے حضرت علی کے اسم گرامی کے ساتھ کرم اللہ وجہہٗ زیادہ سُنا ہے۔جو اِس کی تاریخِ ایجاد خوارج کے جواب میں بتلاتے تھے۔رضی اللہ عنہ بھی کہا اور لکھا جاتا ہے۔وہ اور میں اِس کے بھی منکر نہیں۔اور بعض اکابر ثقات کی تحریرات میں علیہ السلام کا لفظ بھی ملتا ہے۔نیز کرم اللہ وجہہٗ رضی اللہ عنہ سے تو بڑا جملہ نہیں ہے۔وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ تو اِس میں شیعیت کی تقویت کیسے ہوئی اور یہ آپ کو کیوں بعید لگا۔اِس کی وجہ بھی لکھیں۔

(۲) اِس خاص حدیث کے بارے میں ہمارے اَساتذہ اِسی تشریح کے قریب ہی تشریح کرتے آئے ہیں جو میں نے کی ہے۔

(۳) یہ حدیث نہ باطل ہے نہ صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے بلکہ حسن کے درجہ کی ہے۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہے اور مجھے اُن کی یہ رائے پسند ہے۔

(۴) حاکم نیسابوری رحمہ اللہ میرے نزدیک اَکابر محدثین میں سے ہیں اور اِن معنٰی میں ہرگز شیعہ نہیں ہیں جو آج کل سمجھے جاتے ہیں۔شاید آپ نے اِن کی کتابیں نہیں دیکھیں ورنہ آپ کی رائے اور ہوتی۔

آئندہ جو بات لکھیں اُسکا مکمل حوالہ دیا کریں یا مع سیاق وسباق تحریر فرمایا کریں تا اِفادہ واِستفادہ سہل ہو

آپ کے خط کا آغاز واِختتام بتلاتا ہے کہ یا تو آپ صحابۂ کرامؓ کے بارے میں کوئی اور اپنی رائے رکھتے ہیں یا پھر قرب وجوار کے شیعوں کی وجہ سے ذہن پر شدید ردِّعمل ہے۔

والسلام

۱۴/اگست ۷۶ء

حکیم فیض عالم صدیقی کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا ! السلام علیکم۔گرامی نامہ ملا۔میں نے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

۱۔ کے متعلق اپنے چند خدشات کے متعلق عرض کیا تھا۔مگر آپ اپنے گرامی نامہ میں مجھے غیر ضروری باتوں کی طرف متوجہ کر کے اصل بات کو درمیان میں گول کر گئے۔ مذکورہ حدیث ''اگر اِسے حدیث تسلیم کیا جائے'' کا اِس بات سے کیا تعلق ہے کہ میں کون ہوں؟ کیا پڑھا ہے؟ کہاں پڑھا ہے؟ حنفی ہوں یا غیر حنفی؟ وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ آپ نے اپنے اَساتذہ سے کرم اللہ وجہہ' سنا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی اور یہ بھی اَٹکل پچو بات ہے کہ خوارج کے جواب میں ایسا کہا گیا۔ اِس کا کوئی ثبوت؟ اگر جواب اِثبات میں بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ خطاب رضی اللہ عنہم کہاں اور یہ اِنسانی جدت کہاں؟ کاش کہ آپ اِس جدت کے پس منظر سے آگاہ ہوتے۔ ''علیہ السلام'' کی تُک ایجاد شیعہ ہے ورنہ اَصحابِ ثلاثہ اِس خطاب کے زیادہ حق دار ہیں۔آپ نے اپنی جدت پر مجھے یہ لکھتے ہوئے کہ اِس کی وجہ لکھیں کہ آپ کو کرم اللہ وجہہ' کیوں ناگوار ہے۔ جنابِ محترم مجھے ہر وہ بات ناگوار ہے جو خود ساختہ قسم کی ہے اور پھر صرف سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ تخصیص کیوں؟

۳۔ اِس حدیث کے متعلق آپ کے اَساتذہ سے متفق ہونے کی نسبت امام ابن الجوزیؒ، امام ابنِ تیمیہؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، جلال الدین سیوطیؒ، ملا علی قاری، علامہ سخاویؒ، امام ذہبیؒ اور ابوذرعہؒ کے اِرشادات سے متفق ہونا ہی نہیں بلکہ اُن کو مان لینا اور اُن پر عمل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ میں نے اِن سب کے حوالجات قلمبند کیے تھے جن کی طرف آپ نے توجہ ہی نہیں دی۔

۴۔ آپ خود اِس ''موضوع'' حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی۔ پھر علماء کی مجلس میں اِس کا بیان؟

۵۔ حاکم نیشاپوری واقعی اِن معنوں میں شیعہ نہیں تھے جیسے آج کل ہیں۔ حضرت! معلوم ہوتا ہے آپ نے شیعیت کا مطالعہ نہیں کیا۔ نصر الدین طوسی، ابنِ علقمی، باقر مجلسی، اَخوان الصفا، ملا حسین واعظ، مفسر تفسیر حسینی جس نے اَخلاقِ محسنی بھی لکھی، طبری جسے مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں بھی دفن نہ ہونے دیا۔

یہ سب کون تھے؟ اور اُنہوں نے کن راستوں سے دینِ اسلام کو رِفض کے رنگ میں رنگنے کی کوششیں کیں اور پھر سقوطِ بخارا، سقوطِ بغداد، سقوطِ ڈھاکہ اور اَودھ میں مسلمانوں پر ظلم و ستم جو نواباںِ اَودھ کے زمانہ میں ہوئے، میمون اللہؒ کی اَولاد جو فاطمئین مصر کے نام سے مصر میں مسلمانوں کے لیے قتلِ عام کا موجب بنی رہی، یہ سب حاکم کے ذہن کے لوگ تھے۔ اَخلاقِ ناصری یا اَخلاقِ محسنی یا تفسیر حسینی دیکھ کر آپ یہ فرمائیں کہ تم نے اِن کی تالیفات نہیں دیکھی، عجیب مضحکہ خیز بات ہے۔ حضرت مولانا یہ لوگ سُنّی بن کر کتابیں لکھتے رہے اور درمیان میں کہیں کہیں ایسا شوشہ چھوڑتے رہے جس نے پوری ملت کے خرمنِ ایمان کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں، الا ماشاءاللہ۔

حاکم کے متعلق صاحبِ میزان الاعتدال کا قول ہے :

ثُمَّ هُوَ شِيْعِيٌّ مَّشْهُوْرٌ مِّنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِّلشَّيْخَيْنِ وَقَدْ قَالَ ابْنُ طَاهِرٍ سَأَلْتُ اَبَا اِسْمٰعِيْلَ عَبْدَ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ اِمَامٌ فِي الْحَدِيْثِ رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ .(ج۲ ص ۴۰۲). تدریب الراوی ص ۳۱ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، بستان المحدثین اور اِتحاف النبلا کو بھی دیکھئے۔

آپ نے لکھا ہے کہ آئندہ جو بات لکھیں اُس کا حوالہ دیں۔ میرے پہلے خط میں جو حوالہ جات تھے اُن کا آپ نے کیا جواب دیا ہے؟ اور اپنے مؤقف میں جو باتیں لکھی ہیں اُن کا آپ نے کون سا حوالہ دیا ہے؟

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرب و جوار کے شیعوں کی وجہ سے ذہن پر شدید ردّ عمل ہے۔ اِس کا کچھ جواب سطورِ بالا میں عرض کیا جا چکا ہے اور مزید عرض کردُوں کہ آج تک عالمِ اسلام کو جس قدر نقصان پہنچا، شیعوں سے پہنچا۔ میں قرب و جوار سے متأثر نہیں بلکہ پورے عالمِ اِسلام کے دُشمنوں سے متأثر ہوں۔ اور میں آپ کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ آپ بھی شیعیت کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کو حقیقتِ حال کا علم ہو سکے۔

صحابہ کرام کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ سطحِ ارضی پر پیغمبران علیہم السلام کے بعد سب سے بہترین مخلوق صحابۂ کرامؓ ہیں۔ اور صحابۂ کرام میں سے اوّلین مقام سیدنا صدیق اکبر کا، اِن کے بعد سیدنا فاروقِ اعظم کا، اور اِن کے بعد سیّدنا عثمانؓ کا، اور اِن کے بعد عشرہ مبشرہ اور پھر اصحابِ بدر اور پھر بیعتِ رضوان والوں کا۔

نامعلوم آپ کو یہ شک کیوں گزرا اور اِس ترتیب کا میرے پاس نبی اکرم ﷺ کے اِرشاد کے مطابق ثبوت بھی ہے۔ میں انسانوں کے مقرر کردہ اُصولوں کا قائل نہیں ہوں۔ میں سیدھا سادہ مسلمان ہوں یہی میرا عقیدہ ہے۔

آپ نے اچھے خاصے مناظرانہ اَنداز میں مجھے ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ میں اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا کو ''حسن'' بھی تسلیم کرنے کیلیے تیار نہیں۔ جیسا کہ پہلے خط میں بحوالجات لکھ چکا ہوں اور یہ آپ کی بھی تسلیم شدہ بات ہے کہ حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں لِذَاتِہٖ وَاِنْ لَّمْ یُوْجَدْ فَهُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِہٖ لِغَیْرِہٖ . اَلضَّعِیْفُ اِنْ تَعَدَّدَ طُرُقُهٗ وَانْجَبَرَ ضُعْفُهٗ سِیَّمَا حَسَنًا لِّغَیْرِہٖ . پھر خود ہی مولانا انصاف فرمایئے آپ کے پلّے کیا رَہ جاتا ہے۔ بہتر تھا کہ آپ اِسے ضعیف تسلیم کر لیتے اور رِفض کی وکالت سے بچ جاتے۔

ہوسکتا ہے آپ مجھے اگلے خط میں مطمئن کر سکیں اور میں اپنے مؤقف سے رجوع کرلوں۔ مگر

ع کیا بنے بات جہاں بات بنائے (بن آئے) نہ بنے

حکیم فیض عالم صدیقی

محلّہ مستریاں جہلم

19-8-76

حضرت اقدسؒ کا جوابی خط

محترم وعلیکم السلام

آپ کا دُوسرا مکتوب موصول ہوا۔ وہ بھی پہلے ہی کی طرح اُسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ، رَحِمَهُ اللّٰهُ وغیرہ میں سے کونسا لفظ نص قطعی سے صحابہؓ کے لیے ثابت ہے اور کون سا غیر صحابہ کے لیے۔ مہربانی فرما کر بیان فرمائیں۔ رضی اللہ عنہ کے جملہ کو صحابہؓ کے ساتھ خاص کرنے کی تاریخ بھی بتائیں۔ زبانِ رسالت مآب ﷺ سے تو صحابۂ کرام کے لیے وَاغْفِرْ کا صیغہ بہت جگہ وَارد ہوا ہے۔ ملائکہ کے بارے میں بھی آیا ہے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور صحابۂ کرام کے بارے میں آیا ہے وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِهِمْ

یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ... الآیہ وَاسْتَغْفِرْلَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ بلکہ صَلِّ عَلَیْھِمْ بھی آیا ہے۔آپ نے کَرَّمَ اللّٰہُ کے جملہ کو جدت فرمایا ہے حالانکہ اِس کی اصل موجود ہے اور خصوصیتِ انتساب ردِّ خوارج کی وجہ سے ہے۔

دیکھئے : رسول اللہ ﷺ سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان صحابیہؓ نے عرض کیا تھا کہ جن کے یہاں اِن کا قیام تھا اور وفات ہوئی تھی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ اَبَا السَّائِبِ فَشَھَادَتِیْ عَلَیْکَ لَقَدْ اَکْرَمَکَ اللّٰہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَایُدْرِیْکِ اِنَّ اللّٰہَ اَکْرَمَہٗ...اَلْحَدِیْث . نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے شَھَادَتِیْ عَلَیْکَ پر رد فرمایا ہے اور دُوسری چیز کی نفی واِثبات میں توقف کی تعلیم دی ہے۔البتہ رَجَآءً [1] جائز قرار دی۔

وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ قرآنِ پاک میں مستحسن انداز میں آیا ہے اور صحابہؓ براہِ راست مخاطب ہیں۔نمازِ جنازہ کی دُعاؤں میں وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ بھی وَارد ہوا ہے۔ ملائکہ کے لیے بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ استعمال ہوا ہے اور قرآنِ پاک کے لیے بھی اِنَّہٗ لَقُرْآنٌ کَرِیْمٌ فرمایا گیا ہے۔

(۲) آپ کے اِس خط سے دو باتیں معلوم ہوئیں کہ :

الف : ''آپ سیدھے سادے مسلمان ہیں''۔

ب : سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد عشرہ مبشرہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ یہ سیدھا سادہ مسلمان ہونا بڑے خطرناک راستہ پر گامزن ہونا ہوتا ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ جدھر بھی اپنی مرضی ہوئی یا مطالعہ کا زور ہوا اُدھر ہی اِنسان چل دیتا ہے۔ اِس لیے آپ خلیفۂ رابع سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ورضی عنہ کا درجہ نیچے گرانے کی حد تک گر گئے اور یہ خارجیت کی اِبتداء ہے ورنہ یہ عقیدہ کس کا ہے۔ابن تیمیہ، ابن قیم، حافظ ذہبی،شاہ ولی اللہ،شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم میں سے کس کا ہے؟

اگر آپ اپنا تعارف کرادیتے تو آپ کے خیالات کے ساتھ اِستعداد کا بھی اَندازہ ہوجاتا اور جواب زیادہ مناسب طرح لکھا جاسکتا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ ممکن ہے کسی طبقۂ علماء کو یا کسی عالم کو اچھا جانتے ہیں تو اُس طبقہ یا اُس عالم کی بات سے تشفی ہوجاتی اور میں وہی لکھتا۔اَب میں کسی کا نام لینے کے

---

[1] اللہ تعالیٰ سے اچھی اُمید رکھنا

بجائے خود ہی اپنے دلائل اپنے نام سے دے رہا ہوں۔ اپنے اَکابر کا نام لے کر آپ سے اِن کی بھی تحقیر کیوں کراؤں۔ اور جس طرح آپ مجتہد ہیں میں بھی مجتہد بن کر جواب کیوں نہ لکھوں۔

میرے جواب میں نہ تعدی تھی نہ تحدی، نہ رنگِ مناظرہ بلکہ میرا مقصد مذاکرہ تھا جو مفید ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی غلط ہی سمجھا اور مذاکرہ کے فوائد کو مناظرہ کا نام دے کر ختم کرنے پر مجبور کردیا۔

(۳) آپ کی تحریر مکرر سے یہ اَنداز ہوتا ہے کہ آپ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کو حرفِ آخر مانتے ہیں حالانکہ یہ دونوں حضرات وسیع العلم ہونے کے ساتھ ساتھ متشدد بھی تھے۔ اِسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ بھی قدرے متشدد تھے۔

آپ نے دوبارہ بھی وہی عبارت نقل کردی جو پہلے لکھی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں یہ عبارت دیکھی ہے اور ویسی کی ویسی ہی نقل فرما رہے ہیں۔ اجتہاد کا شوق اور سہولت پسندی غالب ہے۔ اُردو کی کتابوں سے اِستفادہ کرتے ہیں۔ اصل ماخذ کی طرف رُجوع نہیں کرتے یا اتنی اِستعداد نہیں۔ واللہ اعلم۔ جبکہ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ عبارت سیاق وسباق سمیت لکھیں تو اُس کے جواب میں کم از کم کتابوں کے حوالے کے لیے صفحہ کا نمبر تو تحریر فرمایا ہوتا۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور قرۃ العینین کا نام آپ نے نقل کردیا ہے لیکن قرۃ العینین اور اِزالۃ الخفاء دونوں میں اُنہوں نے خود یہ حدیث فضائل سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ میں بیان فرمائی ہے۔ اور میزانُ الاعتدال میں اِس حدیث پر کہاں اعتراض ہے؟ وہاں اُنہوں نے حاکم کے بارے میں ابنِ طاہر کے قول کا ردّ اِن الفاظ سے کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند کرتا ہے الخ پھر آخر میں حاکم کی تعریف کی ہے کہ اِن کا فی نفسہٖ سچا ہونا اور علمِ حدیث کی معرفت تو یہ ایسا اَمر ہے کہ اِس پر سب کا اتفاق ہے۔'' جلد سوم میزان ص ۸۵۔ اور موضوعات کبریٰ اور تدریب الراوی میں آپ کیا دِکھانا چاہتے ہیں؟

(۴) اگر یہ حدیث صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی تو کیا حدیثِ حسن قابلِ احتجاج نہیں ہوتی؟ اور دُنیا میں وہ کون محدث ہے جس نے حدیثِ حسن کے بارے میں یہ کہا ہو کہ یہ قابلِ استدلال نہیں ہوا کرتی اِس لیے علماء کی مجلس میں بیان نہ کرنی چاہیے اور ائمۂ متبوعین میں کون سا امام ایسا ہے جس نے حدیثِ حسن سے احتجاج نہ کیا ہو ؟

(۵) آپ نے مانا ہے کہ حاکم نیسابوری واقعی اِن معنوں میں شیعہ نہیں تھے جیسے آجکل ہیں۔ اِس

کے بعد ابنِ علقمی ، طوسی ، باقر مجلسی کا کیوں ذکر کیا ؟ اِن سے تشبیہ دے کر پھر حاکم کو اِسی صف میں لا کھڑا کر دیا جس سے نکالا تھا۔ تاریخ پر جو آپ نے روشنی ڈالی ہے وہ میں بھی جانتا ہوں ۔ شاید آپ مجھ سے متعارف نہیں ۔ جتنا آپ اِن کے مخالف ہیں اُتنا ہی میں بھی ہوں ۔

ابن طاہر کی بات دورَنگی ہے : (۱) تَفَقُّہ فی الحدیث (۲) رافضی خبیث ۔ اِس لیے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے رافضی ہونے کی تردید کردی ہے ۔ اِنہیں حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں اِن کا ذکر فرمایا ہے ۔ اُنہوں نے جلد سوم میں ص ۱۰۳۹ سے ۱۰۴۵ تک اِن کے حالات اور اِن کے بارے میں اَقوال وغیرہ دیے ہیں ۔ پھر اپنی رائے میں اُنہوں نے کہا ہے اَمَّا اِنْحِرَافُہٗ عَنْ خُصُوْمِ عَلِیٍّ فَظَاہِرٌ وَاَمَّا اَمْرُ الشَّیْخَیْنِ فَمَعْظَمٌ لَّھَا بِکُلِّ حَالٍ فَھُوَ شِیْعِیٌّ لاَ رَافِضِیٌّ . لیکن یہ دونوں باتیں بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہیں ۔ ذہبی کی پہلی بات اَمَّا اِنْحِرَافُہٗ کا جواب تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی جلیل القدر تصنیف معرفۃ علوم الحدیث میں ص ۱۳۷ پر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے سے جو گفتگو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کی ہے ، دی ہے وہ دیکھ لیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ کی تعریف فرمائی اور معترض پر ایسی زور سے دوات پھینک کر ماری کہ اگر وہ لگ جاتی تو وہ زخمی ہوجاتا ۔ اگر وہ ایسے ہوتے جیسے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے تو یہ واقعہ نہ نقل کرتے ۔ اُن کی دُوسری بات جو اَمَّا اَمْرُ الشَّیْخَیْنِ سے شروع ہوئی یہ بھی دُرست نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت عثمان ؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے افضل سمجھتے ہیں ۔ دیکھیں اِسی کتاب کے ص ۱۳۵ کا آخری حصہ ۔ لہٰذا اُن کا یہ فرمانا فَھُوَ شِیْعِیٌّ بھی دُرست نہیں ۔

(ب) وہ جگہ جگہ اسماءِ خلفاءِ کرام بالترتیب ہی لکھتے ہیں ۔ مثلاً ص ۲۲ اور ص ۲۰۲ و ص ۲۰۳ وغیرہ دیکھیں ۔

(ج) اُس کتاب کا مقدمہ بھی پڑھیں ۔ و ، ز ، ج ۔ یہ تو حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ کو بتلانا ضروری معلوم ہوا اِس لیے لکھا گیا کیونکہ اگر آپ نے ہر محدث کو شک کی نظر سے دیکھنا شروع کردیا تو علم حدیث کا تو صفایا ہوجائے گا ۔ ایسا کون ہے جس پر کسی نے اِعتراض نہ کیا ہو ۔ اگر بلاتحقیق شک کا دروازہ کھل جائے تو کسی اور پر کوئی اور کسی طرح اِعتراض کرے گا اور آپ تنگ آجائیں گے ۔ اپنی ناپسند حدیث جن دلائل سے رد کریں گے اُن ہی دلائل سے آپ کی پسند کی حدیث پر بھی ردوَارد ہوگا ۔ اِس سے نتیجۃً انکارِ حدیث اور

اعتزال کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

(۶) آپ نے لکھا ہے کہ عَلَیْہِ السَّلَامْ کی ٹُک ایجادِ شیعہ ہے۔تو کیا امام بیہقیؒ آپ کے نزدیک شیعہ ہیں؟ ذرا بیہقی کا مطالعہ کرکے دیکھیں۔

(۷) اَب اِس حدیث کی تحقیق اگر آپ اپنے ذہنی دائرہ سے آزاد ہوکر کرنی چاہیں تو اَللَّآلِیْ الْمَصْنُوْعَۃ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمَوْضُوْعَۃْ میں اِس کا مطالعہ کریں۔ص ۳۳۴ وغیرہ۔ یہ حدیث اُنہوں نے وہاں نقل کی ہے اور متعدد آراء اور طُرقِ حدیث بھی جمع کیے ہیں۔

فضائل سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ قرۃ العینین اور ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اور تہذیب التہذیب جلد ہفتم میں ص ۳۳۶ پر حافظ ابنِ حجرؒ نے یہ روایت نقل کی ہے۔اور اُسد الغابہ میں جزریؒ نے ص ۲۲ پر، اور حافظ ابنِ کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ جلد ہفتم میں ص ۳۵۸ پر دی ہے، اور ترمذی شریف میں تو ہے ہی۔اگر یہ اُن کے نزدیک نا قابلِ نقل ہوتی تو یہ حضرات کیوں نقل کرتے۔

(۸) اِس حدیث کو باطل قرار دینا میرے نزدیک غلط ہے۔اور اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ کی آسان توجیہ یہ ہے کہ دُنیا میں کسی بھی شہر کا ایک دروازہ نہیں ہوتا۔(جس شہر کے گرد شہر پناہ ہوتی ہے اُسی کے دروازے ہوتے ہیں اور وہ کبھی ایک نہیں ہوتا) لاہور میں بھی تقریباً دس دروازے ہیں۔تو حضرت علیؓ کو منجملہ دُوسرے دروازوں کے ایک دروازہ فرما دینے میں کیا اِستبعاد ہے۔شیعوں سے بلاوجہ مرعوب ہوکر ایک حدیث کو باطل کہنے سے کیا فائدہ؟ نیز بلاشبہ تصوف یعنی ''اِحسان'' کا سب سے بڑا دروازہ حضرت علیؓ ہیں کہ چاروں طریقے آپ ہی پر بلا اِنقطاع منتہی ہوتے ہیں۔اگر آپ تصوف کو نہ مانتے ہوں اور اِس کے بالکل قائل نہ ہوں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی علمیت اِتنی عظیم ماننی پڑے گی کہ وہ دروازہ ہوں۔(دیکھیں تدریب الراوی ص ۴۰۴ اور تہذیب التہذیب اعلام الموقعین وغیرہ) اور ہمارے نزدیک وہ خلیفۂ رابع بھی تھے۔

میں نے یہ عریضہ اِس لیے لکھا ہے کہ شاید آپ اپنے خیالات پر نظرِ ثانی کریں۔اِس کے لیے میں نے کچھ صراحت اور کچھ اِشارات بھی پیش کیے ہیں اور حوالے بھی۔جو اگر آپ مطالعہ کریں تو کافی ہو سکتے ہیں۔ اور جلدی اِس لیے لکھا کہ رمضان میں میں مکاتبت نہیں کروں گا۔میرا مقصود مناظرہ نہیں ہے لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ. وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَمَاعَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ. (جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۰ قسط : ۲

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرت اقدس رحمہ اللہ اور حکیم فیض عالم صدیقی کے درمیان خط و کتابت

حکیم فیض عالم صدیقی کا خط [۱]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محلّہ مستریاں جہلم (76)-10-30

مکرمی!

السلام علیکم۔ آپ کا رجسٹرڈ گرامی نامہ مل گیا تھا۔ آپ کے اِس ارشاد کے مطابق کہ ''رمضان میں مکاتبت نہیں کروں گا'' جواب عرض نہ کر سکا۔ آپ نے رضی اللہ تعالیٰ، علیہ السلام وغیرہ کے متعلق متعدد نظائر

---

[۱] حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

اِرشاد فرمائے ہیں۔ اگر اِن پر گفتگو کی جائے تو بات زیادہ طویل ہو جائے گی۔ اور کہا جائے گا کہ موضوع زیرِ بحث سے گویا گریز کر رہے ہیں۔ لہٰذا اِس قسم کے اُمورات کو چھوڑ کر میں صرف زیرِ بحث اَمر کے متعلق ہی عرض کرنے پر اکتفاء کروں گا۔ البتہ ضمناً یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ نے اپنے ہر دو گرامی ناموں میں میری علمی اِستعداد کے متعلق استفسار ہی نہیں فرمایا بلکہ اَندازِ تحریر سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو علم واِرشاد کا مسند نشین سمجھتے ہوئے غیر معروف قسم کے طالب علموں کو درخورِ اِعتنا نہیں سمجھتے۔

آپ کا یہ اِرشاد کہ : سیدھا سادہ مسلمان ہونا بڑے خطرناک راستہ پر گامزن ہونا ہے۔ نہایت ہی پامال خیال اور فقہی تعصب کی ترجمانی ہے۔ مجھے اِس بات پر فخر ہے کہ میں سیدھا سادہ مسلمان ہوں اور اُن نفوسِ قدسیہ کے اَحوال و اِرشاد پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں جو براہِ راست نورِ نبوت سے مستنیر تھے۔ یہ چند ایک ضمنی باتیں تھیں۔ البتہ آپ نے میرے متعلق یہ سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں کی کہ میں اصحابِ ثلاثہؓ کے بعد عشرہ مبشرہ ہی نہیں بلکہ تمام صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو کسی پر فضیلت دینے کا اپنے پاس کوئی پیمانہ نہیں رکھتا۔ آپ اِس قدر تجاہلِ عارفانہ سے کام نہ کیجیے یعنی کہ آپ کی نظروں سے یہ تصریحات نہ گزری ہوں۔

۱۔ ابوبکرہ کی روایت کہ آسمان سے ایک ترازو اُتری اور نبی علیہ السلام پھر صدیق اکبرؓ پھر فاروق اعظمؓ پھر عثمانؓ وزن کیے گئے اور پھر ترازو اُٹھالی گئی۔ آخر میں لفظ خلافتِ نبوت کے ہیں۔

۲۔ ابن مردویہ کی روایت ابن عمر سے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ اِس کے بعد روایت نمبر۱ سے ملتے جلتے کلمات۔

۳۔ ابوداؤد میں حضرت ابوبکر سے روایت اِسی مفہوم کی۔

۴۔ ابوداؤد میں حضرت جابر سے روایت کہ ایک نیک مرد نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ کے دامن سے ابوبکرؓ لٹکائے گئے اُن کے دامن سے عمرؓ اور اُن کے دامن سے عثمانؓ الخ

۵۔ حضرت ابوہریرہ سے شہد اور گھی ٹپکنے والی روایت اور اِسی لٹکائے جانے کا ذکر اور سیدنا عثمانؓ پر ختم۔

۶۔ مسجد نبوی کا سنگِ بنیاد اور اَصحابِ ثلاثہ کا ایک ایک پتھر رکھنا الخ

۷۔ حضرت انسؓ کی روایت بنو مصطلق کے لوگوں کی آمد کے متعلق اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق

اِستفسار۔ اِسکے بعد حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اگر حضرت عثمان ؓ کو بھی موت آجائے تو پھر یہ دُنیا رہنے کے قابل نہیں۔

۸۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ کہ ہم نبی علیہ السلام کے زمانہ میں سیدنا ابوبکرؓ کے برابر کسی کو درجہ نہیں دیتے تھے۔ پھر عمر ؓ کو پھر عثمان ؓ کو اور اِس کے بعد سب کو ایک جیسا سمجھتے تھے۔

۹۔ سیدنا محمد بن علیؓ جو بعد میں محمد بن الحنفیہ بنا دیئے گئے اپنے والد سے پوچھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے بعد کس کا مقام آپ نے فرمایا ابوبکر ؓ کا۔ پھر پوچھا تو عمر ؓ کا نام لیا پھر اِس خوف سے آپ عثمان ؓ کا نام نہ لیں۔ پوچھا تو آپ کا مقام؟ آپ نے فرمایا کہ میں عام مسلمانوں میں سے ایک ہوں۔

مگر نبی علیہ السلام کے یہ اِرشادات اگر آپ کی نظروں میں خارجیت کی اِبتداء ہے تو مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی باک نہیں کہ کسی صحابی کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا باقی صحابہ کرامؓ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر علمی موشگافیوں کے بل پر کرم اللہ وجہہٗ رفض کی اِبتداء ہی نہیں بلکہ میں کہوں گا کہ صریحًا رفض ہے۔ آپ سے ہی اِس موضوع پر گفتگو نہیں ہوئی بلکہ اِس سے پہلے چند اہم شخصیتوں سے اِس موضوع پر گفتگو ہو چکی ہے۔ ضمنًا آپ کا ذکر بھی ہوا۔ میرے پاس وہ خط موجود ہے جس کا یہ فقرہ شاید کسی وقت جو صرف آپ کے متعلق ہے۔ شاید بقول ابو یزید محمد دین بٹ صاحب یہ نسلی تعصب کی کارفرمائی ہے۔

جنابِ محترم! آپ اِس بات کو فراموش نہ فرمایئے کہ علمائے دیوبند کے اِرشادات کی جو تضاد بیانیاں زبان زدِ خواص وعوام ہو چکی ہیں۔ کہیں آپ بھی اُن کی لسٹ میں تو نہیں آرہے۔ بقول مؤلف زلزلہ آخر آپ اپنے بزرگوں کی روِش سے ہٹ کر ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' کو صحیح حدیث کہنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ''اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' کے کلمات ہیں۔ مولانا داؤد غزنوی بھی فاطمی تھے مگر اِس پر اُن کا حاشیہ ملاحظہ فرمایئے :

> ''شیعہ نے تمسک کیا ہے اِس حدیث سے کہ حکمت اور علم کا لینا حضرت علیؓ سے خاص ہے، نہیں ہاتھ آتا وہ کسی اور واسطہ سے سوائے علیؓ کے۔ کیونکہ گھر میں نہیں داخل ہوتے مگر دروازے سے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا اِس حدیث میں اُن

کے لیے کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ جنت کا گھر حکمت کے گھر سے فراخ نہیں ہے اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔

اِس حدیث کو روایت کیا ہے عبد السلام بن صلاح ہروی شیعی نے۔ اِس لیے لوگوں نے اِس حدیث کی سند میں گفتگو کی ہے۔ بعض نے اِس کی تصحیح کی ہے اور بعضوں نے تحسین اور بعضوں نے اِس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے یہاں تک کہ یحیٰی بن معین نے کہا کہ اِس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور ایک جماعت نے اِس کو موضوع کہا ہے''۔

میں یہاں تک لکھنے پایا تھا کہ میثاقِ کا تازہ شمارہ ڈاکیہ لایا۔ خط لکھنا بند کر کے میثاق کی ورق گردانی شروع کردی۔ الحمد للہ کہ صفحہ ۴۰ پر نظر آ کر رُک گئی۔ ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ یا اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' لکھ کر اِس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ پڑھیے :

شیخ الاسلام آیۃ من آیات اللہ مجاہد اعظم حضرت سیدی وشیخی ومولوی سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز مکتوب نمبر ۷۵ میں ص ۱۷۹ و ص ۱۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں :

یہ روایت نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت کا ذکر کرنے والے اِس کی تصحیح فرماتے ہیں۔ ترمذی نے بھی روایت کرنے کے بعد کلام کیا ہے کہ بعض علماء نے یہ حدیث شریک تابعی سے روایت کی ہے مگر علمائے حدیث اِس کو ثقات میں سے نہیں پہچانتے۔ سوائے شریک کے علامہ ابنِ جوزی نے موضوعات میں اِس کے جملہ طریق پر تعین کے ساتھ باطل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ایک جماعت محدثین کی اِس کے موضوع ہونے کی قائل ہے۔ امام الجرح والتعدیل یحیٰی ابن معین صاف فرماتے ہیں کہ اِس روایت کی سرے سے کوئی اصل ہی نہیں۔ طاہر...... نے بھی اِس کی صحت کا اِنکار کیا ہے۔ امام العصر (مولانا انور شاہ صاحبؒ) بھی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں فرماتے۔ (حاشیہ از مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی مرتب مکتوبات شیخ الاسلام)۔

اَب آپ ہی انصاف فرمائیے آپ کیا لکھتے ہیں اور حضرت شیخ الاسلام کیا فرماتے ہیں۔ اس حوالہ کے بعد میں اِس موضوع پر زیادہ گفتگو بے معنی سمجھتا ہوں جو کچھ کہ حضرت مدنیؒ کے مکتوبات کے حوالہ سے نقل

ہوا ہے۔ کیا میں نے اپنے پہلے خط میں اِسی قسم کی گزراشات پیش نہیں کی تھیں۔

حضرت جی! اپنے ذہن میں ایک مفروضہ قائم کر کے اُس کی تائید کے لیے دلائل وشواہد تلاش کرنا علمیت نہیں۔ اِس موضوع روایت کے متعلق آپ خود پہلے گرامی نامہ میں تسلیم کر چکے ہیں کہ یہ حدیث نہ باطل ہے نہ صحت کے درجے کو پہنچتی ہے۔ گو آپ کے یہ لفظ بھی ذو معنٰی ہیں کہ جھوٹ بھی نہیں اور سچ بھی نہیں۔ خیر یہ تو شاید کوئی اِصطلاحِ فضیلت ہو اور اب اِس کی ضرورت بھی نہیں۔ مگر میں یہ عرض کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب پاتا ہوں کہ آپ نے آٹھ صفحات کا طویل گرامی نامہ تحریر فرماتے وقت جن ''فربہ'' قسم کی کتب کی ورق گردانی کی زحمت گوارا فرمائی ہے اور اُن کے حوالجات سے اپنے گرامی نامہ کو زینت بخشی ہے اُن میں سے کسی ایک حوالہ کا نفسِ موضوع سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ یا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' صریحًا موضوعات میں سے ہے۔ اور عقل بھی اِس بات کو باوَر تسلیم نہیں کرتی کہ نبی علیہ السلام علم کا جو شہر تھے اُس کا دروازہ صرف علیؓ تھے حالانکہ آپ سے یہ اَمر پوشیدہ نہیں کہ سیدنا علیؓ کی منفرد رَوایات آنحضور ﷺ سے حددرجہ قلیل ہیں۔ آج علم حدیث کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے اُس میں سیدنا علیؓ کا حصہ کس قدر ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تدریسی مشاغل سے فرصت کم ملتی ہے ورنہ مجھ سے یہ دریافت فرمانے کی زحمت آپ کو گوارا نہ کرنی پڑتی کہ ''تم کس مسلک سے تعلق رکھتے ہو'' جبکہ میری نصف درجن سے زائد تالیفات مختلف اَخبارات ورسائل میں چھ سات سال سے موضوعِ بحث بنی ہوئی ہیں۔

محترمی! میں نے جو عرض کیا تھا کہ سیدھا سادہ مسلمان ہوں، اِس سے آپ کو سمجھ جانا چاہیے تھا کہ میں ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کا جامد مقلد نہیں۔

''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' پر میں اپنی ایک سابقہ تالیف حقیقت مذہب شیعہ میں طویل بحث کر چکا ہوں۔ کتاب اَب نایاب ہے۔ اگر میرے پاس ذاتی نسخہ بھی ہوتا تو بھجوا دیتا۔ آج اِس عریضہ کے ساتھ اپنی تین کتابیں اور التفقہ فی الدین نامی کتاب بھیج رہا ہوں جس پر میرا مقدمہ ہے۔ اُمید ہے سلسلہ خط و کتابت منقطع نہیں ہوگا اور اِفہام وتفہیم کا سلسلہ جاری رہے گا۔

میرے ایک دوست شعبان میں آپ کے پاس مقیم رہے وہ آپ کی علمی فضیلت کے معترف ہیں اور

میں بھی معترف ہوں۔ میں اَب آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ آپ عدیم الفرصت ہیں اور میں بیکار محض۔

جواب کا منتظر

فیض عالم

8-9-(76)

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات

کیا آپ اِس ضمن میں بھی میری رہنمائی فرما سکتے ہیں کہ ۷۸۶ کیا ہے۔ جو آپ کے خطوط کے شروع میں لکھتا ہوتا ہے۔ اگر اِسے بسم اللہ کے عدد کہا جائے تو ذرا اَبجد کے حساب سے خود جمع کر کے دیکھئے کہ آیا واقعی بسم اللہ کے اَعداد ۷۸۶ ہیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بسم اللہ کے اَعداد ۷۸۶ نہیں۔ یہاں بعض اَصحاب کہتے ہیں کہ ہم خطوط پر بسم اللہ نہیں لکھتے کہ کہیں بے ادبی نہ ہو۔ مگر سلیمان علیہ السلام نے وَاِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ کے بعد بسم اللہ ہی لکھی۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جس کی طرف خط لکھ رہا ہوں وہ کون صاحب ہیں۔ آپ کا جواب آنے پر ۷۸۶ کے متعلق عرض کروں گا کہ یہ کیا سازش ہے۔ والسلام

شب آخر آمد و افسانہ از افسانہ مے خیزد

التفقہ فی الدین کے مقدمہ کے متعلق چند اَحباب نے لکھا کہ تم سے کچھ زیادتیاں ہوئی ہیں۔ مگر میں آپ سے اُمید کرتا ہوں کہ آپ ''ابو یزید محمد دین بٹ'' کے قول کی روشنی میں نہیں بلکہ اِنصاف کی روشنی میں جانچیں۔ اب مشکل یہ ہے کہ آپ کے تدریسی مشاغل آپ کو بمشکل وقت دیتے ہوں گے کہ آپ اِس قسم کی کتب کا مطالعہ کریں۔ بہرحال ڈاکٹر اِسرار احمد صاحب ۲۰/ اکتوبر کو تشریف لا رہے ہیں۔ اُن کی یہ تشریف آوری نجی قسم کی ہوگی۔ اگر آپ بھی زحمت گوارا فرمائیں تو بڑا اچھا رہے گا۔ شاید جناب یوسف سلیم صاحب چشتی بھی تشریف لائیں۔ فی الحال اُن سے دریافت نہیں کیا۔

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۰ قسط : ۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی [۱] کے درمیان خط و کتابت

حضرتِ اقدسؒ کا خط

۷۸۶

محترم و مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مکتوب موصول ہوا۔ آپ نے جس بحث کو ختم کر دیا اُسے میں بھی ختم کرتا ہوں۔

رہ گئی دُوسری بات کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خلیفہ رابع تھے یا نہیں؟ اِس کے بارے میں آپ نے جو دلیلیں دی ہیں وہ ناکافی ہیں بلکہ اگر آپ خود یہ سوچیں کہ اِن کا جواب کیا ہو سکتا ہے تو خود ہی جواب بھی دے

---

[۱] حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہلِ بیتؓ کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرامؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظامؓ سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

لیں گے اور یہ دلائل ٹوٹ جائیں گے۔ یہ آپ نے ص ا سے شروع کیے ہیں ص ۲ پر ختم ہوئے ہیں۔ نیز شاید آپ نے کتبِ عقائد کی طرف توجہ نہیں کی جو ساری اُمت پڑھتی پڑھاتی ہے ورنہ یہ دلیلیں نہ لکھتے وہاں یہ حدیثیں موجود ہیں اور اُن کا جواب بھی اور اتفاقِ صحابہ واُمت بھی۔

آپ سلفی ہیں تو جو عقیدہ سلف سے متواتر چلا آرہا ہے وہ ہی رکھیے۔ دیکھئے عقائد میں سب سے پہلی کتاب امام طحاویؒ نے لکھی ہے جس کی صحت پر ساری دُنیا کے اہلِ سنت علماء متفق چلے آرہے ہیں۔ اُس میں تحریر ہے وَتَثْبُتُ الْخِلَافَةُ اَوَّلًا لِاَبِیْ بَکْرٍ (ص ۴۰۰) اِس کے بعد آخر میں آتا ہے ثُمَّ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (ص ۴۱۰). (مطبوعہ مکہ مکرمہ بامر جلالۃ الملک عبدالعزیز آل سعود ۱۳۴۹ء)

(۲) مسامرہ میں ہے :

الف : (ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ) اَجْمَعِیْنَ وَانْعَقَدَتْ اِمَامَتُہٗ بِمُبَایَعَۃِ اَھْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ .(ص ۳۰۰ مطبوعہ مصر)

ب : اَلْاَصْلُ الثَّامِنُ فَضْلُ الصَّحَابَۃِ (الْاَرْبَعَۃِ) الْخُلَفَاء (عَلٰی حَسْبِ تَرْتِیْبِھِمْ فِی الْخِلَافَۃِ) اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ . (ص ۳۱۲)

ج : (وَلَمَّا اَجْمَعُوْا) یَعْنِی الصَّحَابَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ (عَلٰی تَقْدِیْمِ عَلِیٍّ بَعْدَھُمْ) اَیْ بَعْدَ الثَّلَاثَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ (دَلَّ) اِجْمَاعُھُمْ (عَلٰی اَنَّہٗ کَانَ اَفْضَلَ مَنْ بِحَضْرَتِہٖ) مِنَ الصَّحَابَۃِ الخ . (ص ۳۱۳)

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی بیّض اللہ وجہہٗ ورضی عنہ کے اختلاف کی نوعیت واضح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

د : وَمَاجَرٰی بَیْنَ مُعَاوِیَۃَ وَعَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کَانَ مَبْنِیًّا عَلَی الْاِجْتِھَادِ لَامُنَازَعَۃَ مِنْ مُّعَاوِیَۃَ فِی الْاِمَامَۃِ الخ. (ص ۳۱۴)

عقائد کی اور کتابوں میں بھی یہی مضمون ہے۔ زیادہ حوالے بارِ خاطر ہوں گے اور سمجھنے کے لیے یہ بھی کافی ہیں۔ باقی حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر وغیرہم نے آخر میں پھر حضرت سیدنا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم) کی طرف رجوع کرلیا تھا۔ ثبوت کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتابیں دیکھیں۔

تواتر کی قوت اَدِلہ مذہب میں سب سے زیادہ ہے۔ اِس کا ایسی اخبارِ اَحاد سے جو محتمل التاویل ہوں اور جن کا جواب پہلے ہی کتابوں میں لکھا جاچکا ہو تقابل نہایت بڑی غلطی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ رابع نہ ماننا صرف آپ کا اجتہاد ہے جو بے حقیقت اور بے اصل دعوی ہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خلفاء ثلاثہ پر مقدم کرنا غلط ہے ویسے ہی اِن کو خلیفۂ رابع نہ ماننا بھی غلط ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی باک نہیں کہ کسی صحابی کے متعلق **علیہ السلام** یا **کرم اللّٰہ وجھہٗ** رفض کی ابتداء ہی نہیں بلکہ صریحًا رفض ہے۔ مگر یہ آپ کا بے سمجھے بوجھے دعوی ہی دعوی ہے دلیل نہیں اور دعوے سے دلیل کا کام نہیں لیا جاسکتا۔

ابویزید صاحب سے میرا تعارف نہیں اور بحمد اللہ میں نسلی تعصب کا شکار نہیں۔ البتہ بے دلیل بات نہیں مانتا کہ آپ فرمادیں اور میں مان لوں اور جب میں دلیل دُوں تو وہ آپ سُنی اَن سُنی کر کے پھر اپنا دعوی دہرادیں اور دہرا کر اُمید رکھیں کہ اَب کی بار مان لوں گا، یہ نہیں ہوگا۔ دعوے سے آپ دلیل کا کام نہ لیں اور انشاء اللہ دلیل آپ لا ہی نہیں سکتے اِس لیے میرے نزدیک ابویزید صاحب کا جملہ بے معنٰی ہے جیسے آپ کا یہ جملہ بے دلیل بے معنی اور لغو ہے کہ علماء دیوبند کی باتوں میں بقول مؤلف زلزلہ تعارض ہے کیونکہ یہ صرف بات ہے اور دلیل کوئی نہیں نہ علماء دیوبند آپ کی یا مؤلف زلزلہ کی طرح علم سے تہی دامن ہیں نہ سمجھ سے نہ رُوحانیت سے اور نہ وہ تجاوز وتعدی کا شکار اور جذبات سے مغلوب۔ البتہ آپ حضرات کتر بیونت اور تحریف کے عادی ہوتے ہیں کیونکہ اِس کے بغیر اپنا جتھا قائم نہیں رکھ سکتے۔ کتر بیونت کر کے تعارض ثابت کرنا چاہتے ہیں اور سیدھے سادے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ کبھی حوالہ مکمل نہیں بیان کرتے اور جواب دیا جائے تو وہ حوالہ پورا نہیں پڑھتے اور کلام کے جو معنی ہوں وہ موڑ توڑ کے بیان کرتے ہیں۔

مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کے بارے میں علماء کی رائے بھی نقل کردی اور وہ توجیہہ بھی جو میں آپ کو پہلے لکھ چکا ہوں اُسے آپ ہی دیکھیے مجھے کیا دکھاتے ہیں۔ نیز مجھے آپ کی نقل اور حوالوں پر اعتماد نہیں آپ آدھی بات لکھنے کے عادی ہیں اور یہ کتاب میرے پاس نہیں۔

میرے پاس میثاق کا پرچہ پابندی سے نہیں آتا نہ میں اُس کا خریدار ہوں۔ باقی جن صاحب نے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ وقدس سرہٗ کے مکتوبات کے حوالہ سے وہ عبارت دی ہے جو آپ نے نقل کی ہے

تو اگر صرف اُتنی ہی عبارت دی ہے تو بڑی کم فہمی کا ثبوت دیا ہے اور اگر آپ نے اُتنی ہی لکھی ہے تو آپ کی عادت تو معلوم ہو ہی گئی ہے کہ کبھی پوری بات نہیں نقل کرتے قطع و برید کر جاتے ہیں اور اصل ماخذ کی طرف تو رجوع جانتے ہی نہیں۔

مکتوبات اُٹھا کر دیکھئے ص ۱۸۱ پر نمبر ۴ میں کیا ہے پھر نمبر ۵ کا بھی مطالعہ کر لیجئے اور چپ ہو کر بیٹھ جایئے کیونکہ اُس میں تو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کے نقطۂ نظر سے ہٹ کر توجیہ کی ہے بلکہ نقطۂ نظر سے تو شرکیہ باتیں لکھی دی ہیں اور مولانا اسماعیل شہیدؒ اِس کے ناقل ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو آپ کی پرواز عقل سے بہت آگے بڑھا دیا ہے۔ اگر آپ وہ دیکھ لیں گے تو آپ کو کوئی نیا محاذ اِن بزرگوں کے خلاف بھی کھولنا پڑ جائے گا۔

آپ نے خط میں جو عبارت لکھی ہے اُس میں علامہ عصر کے آگے (انور شاہ) لکھ دیا جس نے بھی یہ تصرف کیا ہے غلط ہے۔ محشی کی مراد علامہ عصر سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہیں۔

آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ حاشیہ نجم الدین صاحب اصلاحی کا ہے لیکن آپ دھوکہ دے کر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تحریر کا سا وزن دینا چاہتے ہیں۔ چونکہ مرتب کی بات آپ کے مطلب کی تھی آپ نے وہی لکھ دی اور مرتب کے شیخ محترم کی بات غائب کر دی۔

میں نے حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں اِسے موضوع نہیں مانتا۔ میری اِس بات سے مکتوبات کی تحریر کا کیا تعارض ہے اور جو دلائل اور حوالے آپ کو لکھ چکا ہوں اُن کی روشنی میں اِصلاحی صاحب کی بات بے وزن ہو کر رہ جاتی ہے۔ میں حافظ ابن حجر کی بات نقل کر رہا ہوں اور آپ اِصلاحی صاحب کی۔

آپ لکھتے ہیں "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" کو صحیح حدیث کہنے پر کیوں تُلے ہوئے ہیں؟ آپ کا یہ جملہ بھی مغالطہ آمیز ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ہیر پھیر میں آ کر حدیث کو صحیح کہہ دوں اور آپ کی عبارت کے مغالطوں میں پھنس جاؤں۔ پھر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ : "یہ حدیث نہ باطل ہے نہ صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے گویا آپ کے یہ لفظ بھی ذو معنٰی ہیں کہ جھوٹ بھی نہیں اور سچ بھی نہیں۔"

سبحان اللہ! یہاں آپ حَسَنْ کے درجہ کو غائب کر کے مذاق میں لگ گئے۔ کیا حدیث باطل اور صحیح نہ

ہو تو حسن نہیں ہو سکتی ؟ یہاں آپ نے اپنی بے لگام عادت کے مطابق اُصولِ حدیث کا مذاق اُڑایا ہے اور میرا نہیں بلکہ حافظ ابن حجرؒ کا جن کی ضرورت آپ کو قدم قدم پر پڑتی ہے۔

اچھا اَب آپ ہی بتائیں کہ صحیح حسن ضعیف اور موضوع کی تعریف آپ کے نزدیک کیا ہے؟ مذکورہ عبارت کے تحت تو صحیح اَحادیث کے سواء سب باطل میں داخل ہونی چاہئیں یعنی ''جھوٹ'' میں۔ بَیِّنُوْ تُوْجَرُوْا.

(ب) اور ذرا یہ بھی بتایئے کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو کیونکر؟ ورنہ آپ کے مَن گھڑت قاعدہ کے مطابق ''جھوٹ'' ہوگی۔ اور اگر جھوٹ ہے تو آپ نے اپنی کتاب کے سرورق پر کیوں دی ہے؟ بَیِّنُوْ تُوْجَرُوْا. ہم جیسے تو لکھتے آئے ہیں آپ جیسے علامۂ زمن نے کیوں لکھی، وجہ اِرشاد فرمائیں؟

ابن ابی شیبہ عبدالرزاق حاکم بیہقی وغیرہ سے اگر آپ کی ملاقات ہو جاتی تو شاید آپ اُنہیں فربہ کتابوں کے لکھنے سے روک دیتے کیونکہ بیہقی جیسی کتابوں کا نام آپ نے ''فربہ قسم کی کتابیں'' تجویز کیا ہے۔ اِس سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ میرا خیال دُرست تھا کہ آپ اُردو کے رِسالوں سے ہی کام چلا لیتے ہوں گے، اِن سے سستی شہرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اَصل ماخذ دیکھنے میں محنت کرنی پڑتی ہے۔ اِدھر مجتہد حافظ الحدیث محقق مصنف اور مؤلف کہلانے کا شوق زور کرتا ہوگا اِس لیے رِسالہ لکھ مارتے ہیں حالانکہ ایسے آدمی کے لیے ایسے نازک موضوعات پر قلم اُٹھانا نہایت خطرناک ہے۔

آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آج علمِ حدیث کا جو ذخیرہ ہے اُس میں سیدنا علیؓ کا کتنا حصّہ ہے؟

حضور! وہ اِتنا ہے کہ میرے خط یا آپ کے رِسالوں میں نہیں سما سکتا۔ اُس کے اِستخراج کے لیے آپ کو ذرا اِستعداد بنانی ہوگی کیونکہ وہاں حاشیے نہیں ملیں گے، ترجمہ بھی نہیں ملے گا اور ''فربہ قسم کی'' کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا تب پتہ چلے گا اور آپ کا یہ سوال خود علمِ حدیث سے بہت زیادہ ناواقف ہونے کا پتہ دیتا ہے اِسی لیے میں نے آپ سے پہلے پوچھا تھا کہ کہاں پڑھا ہے؟ کتنا پڑھا ہے؟

وَاِذَا لَمْ تَرَ الْھِلَالَ فَسَلِّمْ لِاُنَاسٍ رَأَوْہُ بِالْاَبْصَارِ

میں آپ کے سیدھے سادے مسلمان ہونے کا مطلب یہی سمجھا تھا جو آپ کی کتابوں سے معلوم ہوا۔ اِسی لیے میں نے لکھا تھا ''جس طرح آپ مجتہد ہیں میں بھی مجتہد بن کر کیوں نہ لکھوں'' حضرتِ اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے مکتوب کا حوالہ میرے پاس تھا، میرے علم میں تھا، میں نے اُس وقت نہیں لکھا تھا اَب

آپ کے لکھنے پر لکھا ہے۔

چونکہ آپ لوگ اکثر اُردو کے رسائل اور چند حدیثیں پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے لگتے ہیں اِس لیے میں آپ جیسے حضرات سے فقط حدیث اور اُصولِ حدیث کی زبان میں بات کرنی پسند کرتا ہوں۔

کیونکہ میرے پاس ایسے طلبہ پڑھتے رہے ہیں وہ اِسی طرح سمجھانے سے سمجھتے تھے۔ آپ حضرات کی طبائع سے بھی واقف ہوں اور مَبْلَغِ علم سے بھی کیونکہ وہ طلبہ جب اپنے علماء سے حوالے معلوم کرنے میں ناکام رہتے تھے تو حوالے پوچھتے تھے۔ اِس لیے کہ مجھے ''فربہ قسم'' کی کتابوں کے دیکھنے کی عادت پہلے سے ہے۔

مجھے نہیں معلوم آپ کے کون سے دوست کس شعبان میں میرے پاس رہے ہیں؟ شعبان میں تو بخاری شریف ختم ہو چکی تھی۔ اُنہوں نے کیا سنا جو معترف ہوئے یا مستہزی بنے۔

باقی رہا ۷۸۶ یا ۷۸۷ کے بارے میں تو میں نے بسم اللہ لکھنے کو کب منع کیا ہے۔ ہمارے لیٹر پیڈ پر وہ چھپی ہوئی ہے۔ رہے آپ کے نکات تو وہ پھر دیکھے جائیں گے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے شاید آپ کے نفس پر شاق گزرے لیکن اگر آپ نے غور کیا اور اپنی اِصلاح کی طرف مائل ہوئے تو اُمید ہے کہ آپ ہمیشہ دُعاء دیں گے۔ یہ سب میں نے اِس لیے لکھا ہے کہ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ صحیح راہ اعتدال ہی کی ہے وہ اختیار کریں غلو سے بچیں۔

آپ نے میرے خط کی طوالت کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ نے بھی تو سوالات جمع کر دیے تھے۔ ایک سوال سے زیادہ ایک خط میں نہ ہونا چاہیے لیکن یہ اُس وقت ہے کہ جب آپ کو میری تحریر سے کوئی فائدہ ہو رہا ہو ورنہ بحث برائے بحث عبث ہے نہ اپنا وقت ضائع کریں نہ میرا۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ .

ڈاکٹر اِسرار صاحب اور پروفیسر صاحب سے سلام فرما دیں۔ وہ میرے دوست ہیں اُن سے ملاقات کے لیے مجھے سفر کی ضرورت نہیں۔ آپ جب لاہور آئیں تو ضرور تشریف لائیں۔

والسلام

حامد میاں

۱۴/اکتوبر ۱۹۷۶ء

حکیم فیض عالم صدیقی کا خط

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حکیم فیض عالم صدیقی محلّہ مستریاں جہلم 8-10-76

محترمی سید صاحب !

السلام علیکم ! میرا خیال تھا کہ اَب کسی موضوع کو مناظرانہ رنگ نہ دیتے ہوئے آئندہ اِفہام و تفہیم تک ہی خط و کتابت کو محدود رکھیں گے بلکہ میرا خیال یہ بھی تھا کہ اِفہام و تفہیم کو بھی اِس حد تک محدود رکھوں گا کہ جس بات میں اِختلاف ہوگا اُس پر خاموش رہوں گا مگر آپ نے حالیہ گرامی نامہ میں جو طرزِ تکلم اِختیار کیا ہے ضرورت سمجھی کہ اُس کے متعلق ضرور کچھ عرض کردُوں۔ آپ کے گرامی نامہ سے جو کچھ معلوم ہوا اُس کے ذیل میں مندرجہ ذیل باتیں سمجھ سکا ہوں۔

۱۔ سیدنا علیؓ خلیفہ رابع تھے۔

۲۔ علماء دیوبند کی باتوں میں بقول مؤلف زلزلہ تعارض ہے کے جواب میں یہ صرف بات ہے اور دلیل کوئی نہیں۔ نہ علمائے دیوبند آپ کی یا مؤلف زلزلہ کی طرح علم سے تہی دامن ہیں۔

۳۔ حضرت مدنی نور اللّٰہ مرقدہٗ وقدس سرہٗ کے مکتوبات کے حوالہ سے وہ عبارت دی ہے جو آپ نے نقل کی ہے صرف اُتنی ہی عبارت دی ہے تو بڑی کم فہمی کا ثبوت دیا۔

۴۔ علامہ عصر کے سامنے جس نے اَنور شاہ لکھا ہے غلط لکھا ہے محشی کی مراد اُس سے حضرت مدنی رحمۃ اللّٰہ علیہ ہیں۔

۵۔ حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں اِسے موضوع نہیں مانتا۔ میری اس بات سے مکتوبات کی تحریر کا کیا تعارض؟

۶۔ ''سیدنا علی ؓ کا حدیث میں حصہ'' اِس پر آپ کا اِرشاد علمِ حدیث سے بہت زیادہ ناواقف ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

۷۔ مجتہد، حافظ الحدیث، محقق، مصنف، مؤلف کہلانے کا شوق، حالانکہ ایسے آدمی کے لیے ایسے نازک موضوعات پر قلم اُٹھانا نہایت خطرناک ہے۔

۸۔ ۷۸۶ اور ۷۸۷ کا مسئلہ۔

۹۔ آپ کو میری تحریر سے کوئی فائدہ ہو رہا ہو۔

ا۔ سیدنا علیؓ خلیفہ رابع تھے۔ میں نے اِس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے واضح اِرشادات قلم بند کیے تھے اور آخر میں اِس حدیث کی طرف اِشارہ بھی کیا تھا۔

وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ نُّؤَمِّرُ بَعْدَکَ قَالَ اِنْ تُؤَمِّرُوْا اَبَابَکْرٍ تَجِدُوْہُ اَمِیْنًا زَاھِدًا فِی الدُّنْیَا رَاغِبًا فِی الْاٰخِرَۃِ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عُمَرَ تَجِدُوْہُ قَوِیًّا اَمِیْنًا لَایَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِیًّا وَلَا اَرَاکُمْ فَاعِلِیْنَ تَجِدُوْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا. الخ

کیا وَلَا اَرَاکُمْ فَاعِلِیْنَ پرغور فرمایا ہے۔ نبی علیہ السلام نے نورِ نبوت سے ایک رُبع صدی پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ علی ؓ کو خلیفہ نہیں بنایا جائے گا اور آخر میں ایسا ہو کر رہا کہ صحابۂ کرامؓ میں سے سوائے سیدنا طلحہؓ اور سیدنا زبیرؓ کے کسی ایک صحابی نے بھی آپ کی بیعت نہ کی اور اُنہوں نے بھی مالک اَشتر مجوسی کی تلوار کے سایہ میں اور پھر رات کو ہی مدینہ سے مکہ روانہ ہوگئے۔ آپ ہر بات میں اپنی علمیت کا رُعب ڈالتے ہیں اور شاید ہر مخاطب کو آپ جاہل ہی سمجھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمودات کی موجودگی میں اور پھر عملاً جیسا ہوا یعنی کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور آپ نے مدینہ کی فضا اپنے آپ پر تنگ پا کر کوفہ کو مستقر بنایا۔ ان حقائق کی موجودگی میں طحاوی اور مسامرہ کے اَقوال ویسے ہی ہیں جیسے آج شیعہ ہر اذان میں خَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ کہے جا رہے ہیں۔ غالبًا اَلْخِلَافَۃُ بِالْمَدِیْنَۃِ وَالْمُلْکُ بِالشَّامِ بھی آپ کی نظر سے گزری ہو۔ اَب پکاریئے اُن کو جن کے بل پر آپ ہر آدمی کو جاہل سمجھ رہے ہیں کہ حضرت نکالیے کوفہ کہیں سے؟

آپ کو اپنی علمیت کا زعم دائیں بائیں نہیں دیکھنے دیتا۔ نبی علیہ السلام کے اِس اِرشاد پر غور کیجیے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُوْرُ رُحَی الْاِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَّثَلَاثِیْنَ اَوْ سِتٍّ وَّثَلَاثِیْنَ اَوْ سَبْعٍ وَ ثَلَاثِیْنَ فَاِنْ یَّھْلِکُوْا فَسَبِیْلُ مَنْ ھَلَکَ وَاِنْ یَّقُمْ لَھُمْ دِیْنُھُمْ یَقُمْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ عَامًا قُلْتُ اَمِمَّابَقِیَ اَوْ مِمَّا مَضٰی قَالَ مِمَّامَضٰی .

اِسلامی ریاست کی بنیاد معاہدہ یہود کے وقت رکھی گئی۔ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے وقت ۳۵۔۳۶ سال ہوگئے۔ پھر فَاِنْ یَّهْلِكُوْا فَسَبِيْلُ مَنْ هَلَكَ کا دَور شروع ہوا۔ پھر سیدنا معاویہؓ سے یَقُمْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا کا دَور شروع ہوا۔ یہ تشریح ہے اَلْخِلَافَةُ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْمُلْكُ بِالشَّامِ کی۔

جنابِ محترم! کتابیں چاٹنے کا نام علم نہیں۔ علم نام ہے سمجھنے کا اور یہ سمجھ ؟

باقی نہ رہی تیری وہ آئنہ ضمیری ۔۔۔ اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری

میں بیانگ دہل یہ کہنے کے لیے تیار ہوں کہ علمائے دیوبند کی باتوں میں تعارض ہی تعارض ہے۔ آپ اپنی فضیلت کے اَنبار سے نکلیے اور خون کے آنسو اور زلزلہ کا مطالعہ کیجیے۔

حضرت جی! گو اِن کتب کے دیکھنے سے مجھے خود گو قلبی طور پر رَنج پہنچا ہے مگر میری طرف سے یہ قبول فرمائیے کہ ہر دو کتب کا ایک حوالہ بھی آپ غلط ثابت نہیں کر سکتے۔ میرا مقصد یہاں اِن کتب کے نفس مضمون کی صحت وصداقت یا کذب و بہتان سے نہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ علمائے دیوبند کے کلام میں تضاد ہی تضاد ہے۔

آپ مجھے علم سے تہی دامن یا جاہل جو چاہیں کہیں مگر زلزلہ اور خون کے آنسو کا جواب علماء دیوبند سے ناممکن ہے وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضِهِمْ ظَهِيْرًا.

میں یہاں آپ کے کلام سے ہی آپ کا تضاد پیش کرتا ہوں۔ آپ نے اپنے دُوسرے مکتوب میں خود فرمایا تھا :

یہ حدیث نہ باطل ہے نہ صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے۔

اوّل تو یہ فقرہ ہی اَدبی لحاظ سے غلط ہے اور پھر اِسی آپ کے فقرہ کو جب میں نے نقل کیا تو آپ مجھ پر برس پڑے اور میری طرف منسوب کر کے لکھ دیا کہ آپ کے یہ لفظ بھی ذو معنٰی ہیں۔

میں آپ کے اَلفاظ بھی نقل کروں تو آپ کل کی بات بھول جائیں اور مجھے لکھیں کہ آپ کے یہ لفظ بھی ذو معنٰی ہیں۔

میں نے مولانا حسین احمد صاحب کے مکتوبات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا آپ خواہ مخواہ عبارت نقل

کرنے والے کو کم فہم اور اِس فقیر کو یہ لکھنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں کہ "تمہاری تو عادت ہی یہی ہے۔"

میثاق موجود نہ تھا تو منگوا کر دیکھ لیا ہوتا اور پھر اِلزام تراشی کی جاتی۔ میں اَب دوبارہ پوری عبارت لکھ رہا ہوں۔ شاید آپ کو کچھ خدا کا خوف آجائے۔ یہ ستمبر اور اکتوبر کا شمارہ ہے۔ مضمون کو لکھنے والے پروفیسر یوسف سلیم ہیں۔ اِس شمارے کا صفحہ ۴۰ ہے اور پندرھویں سطر سے عبارت یوں شروع ہوتی ہے۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ یا اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا شیخ الاسلام آیۃ من آیات اللہ مجاہد اعظم حضرت سیدی و شیخی مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز مکتوب نمبر ۵۷ صفحہ ۱۷۹۔۱۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں :

یہ روایت نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت کا ذکر کرنے والے اِس کی تصحیح فرماتے ہیں۔ ترمذی نے بھی روایت کرنے کے بعد کلام کیا ہے کہ بعض علماء نے یہ حدیث شریک تابعی سے روایت کی ہے مگر علمائے حدیث اِس کو ثقات میں سے نہیں پہچانتے سوائے شریک کے۔ علامہ ابنِ جوزی نے موضوعات میں اِس کے جملہ طریق پر یقین کے ساتھ باطل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ایک جماعت محدثین کی اِس کے موضوع ہونے کی قائل ہے۔ امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن معین صاحب فرماتے ہیں کہ اِس روایت کی سرے سے کوئی اصل ہی نہیں۔

طاہر پٹنی نے بھی اِس کی صحت کا انکار کیا ہے۔ امام العصر (مولانا انور شاہ صاحبؒ) بھی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ (حاشیہ از مولانا نجم الدین صاحب اِصلاحی مرتب مکتوبات شیخ الاسلام ماخوذ از مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اوّل اُردو بک سٹال لاہور)

اَب یہ لفظی بحث جو آپ نے پیدا کی ہے کہ امام العصر فلاں ہیں فلاں نہیں اور یوں ہے ڈوں نہیں مجھے اِس سے کوئی غرض نہیں۔ مجھے نہ کسی امام العصر کی امامت کا علم ہے اور نہ کسی کے شیخ الاسلام ہونے کا۔ میں تو آپ جیسے صاحبان علم وفضل کے رِسائل و اَخبارات کے مضامین پڑھ کر مجتہد اور محقق بن گیا ہوں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ زندگی طلباء میں نہیں گزری کہ جہاں کسی نے کوئی اِعتراض کیا اُسے لتاڑ دیا اور وہی عادت پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے دُہرانے پر اپنے آپ کو مجبور پایا۔

حضرت جی ! طلباء کے گھیرے سے باہر نکل کر دُنیا کی فضا دیکھئے۔علم چند کتابوں کو پڑھ کر پڑھا دینے کا نام نہیں علم کا مفہوم ذرا وسیع ہے۔

۶۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حدیث میں حصّہ اور اِس پر آپ کا اس فقیر کے حق میں یہ سرٹیفکیٹ کہ یہ بات علمِ حدیث سے بہت زیادہ ناواقف ہونے کا پتہ دیتی ہے، بجا اِرشاد۔

کیا آپ تکلیف فرما کر یہ اَعداد وشمار پڑھنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔

۱۔ صدیقۂ کائنات اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات دو ہزار سے زیادہ ہیں۔

۲ ، ۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس کی مرویات بھی اِسی کے لگ بھگ ہیں۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ ہزار مرفوع اور تین صد غیر مرفوعہ۔

۵۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آٹھ صد سے زائد۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور صدیقۂ کائنات رضی اللہ عنہا کے فتاوی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہیں۔

۶۔ حضرت ابن عباس کی مرویات ڈیڑھ ہزار سے زائد ہیں اور آپ کے فتاوی اور تفسیری اَقوال کا تو شمار ہی نہیں۔

۷۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مرویات ۵۳۷ ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مرویات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے صرف ۴۹ ہی زیادہ ہیں۔مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سترہ سال زندہ رہے۔اِس لحاظ سے اُن کی مرویات کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے تھی مگر احادیثِ صحیحہ کا اعتبار کیا جائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مرویات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے دو یا تین ہی زیادہ نکلتی ہیں۔فقہی مسائل میں ہر دو اَصحاب کی تعداد تقریبًا برابر ہے۔یہاں پھر اِسی بات کو دوہراتا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فقہی مسائل کی تعداد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فقہی مسائل سے دُگنی ہونا چاہیے تھی۔

میں تو کہوں گا ...... کہ میں تو علمِ حدیث سے ناواقف ہوں مگر آپ کی واقفیت کچھ حجاب اکبر کی قسم کی نظر آتی ہے۔غالبًا آپ کی نظروں سے بخاری و مسلم کی ایسی حدیث نہ گزری ہوں جن سے حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے علم و فضل پر روشنی پڑتی ہے۔ابو سعید خدری کی روایت کہ نبی علیہ السلام نے خواب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لمبی قمیص پہنے ہوئے گزر رہے ہیں جس سے آپ نے دین مراد لیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کی شہادت پر فرمایا علم کے نو حصّے رُخصت ہو گئے باقی ایک حصّے میں ہم سب شریک ہیں۔

۷۔ حضرت جی ! آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میں مجتہد ہوں، حافظ الحدیث ہوں، محقق ہوں۔ شہادتِ ذوالنورین پر ناشر نے محقق کا لفظ میری اجازت کے بغیر لکھ دیا۔ اُس سے پوچھ کر دیکھئے کہ اِس سلسلہ میں اِس فقیر نے اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

مجتہد اور حافظ الحدیث کے لفظ لکھ کر کیا آپ نے اِفتراء و بہتان کا اِرتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریئے۔ رہ گیا مصنف یا مؤلف ہونا تو یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے اور میں تحدیثِ نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکر گزار ہوں کہ جب بڑے بڑے حاملین جبہ و دستار اور مسند نشینانِ درس و اِرشاد ...... رفض کی طرف منہ کرنا تو درکنار اپنے محراب و منبر سے صدیق اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے مناقب بیان کرنے سے بھی ترساں ہیں۔ میں نے صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ عرب ممالک، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی ہند اور بنگال تک اپنی اِستعداد کے مطابق شانِ صحابہؓ کی آواز پہنچائی اور مجھے اِس پر فخر ہے ناز ہے۔ اور میں اِسے موجبِ نجات سمجھتا ہوں۔ رہا آپ کا یہ اِرشاد کہ ایسے آدمی کے لیے ایسے موضوع پر قلم اُٹھانا خطرناک ہے۔ حضرت جی ! مزدور آدمی ہوں، تمام زندگی اِسلام کے لیے سینہ سپر رہا۔ مسجدیں بنوائیں، مدرسے بنوائے اور آج تک ایک دَمڑی تک نقد یا ایک وقت کی روٹی کسی کے گھر سے کھانا حرام سمجھی۔ یقین نہ آئے تو آ کر دیکھ لیجئے۔

اور جس موضوع کو آپ خطرناک سمجھتے ہیں وہ میرے لیے خطرناک نہیں آپ کے لیے خطرناک ہے کہ جن کے مدارس سے فارغ التحصیل اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ تو لے کر نکلتے ہیں مگر ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی تفسیر کے مفہوم سے کورے ہوتے ہیں۔ سید الشہداء حسینؓ کے نعرے تو لے کر نکلتے ہیں مگر اصل سید الشہداء حمزہؓ کے نام سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ سیدہ فاطمہؓ کی شانِ اقدس میں سبائی روایات کا ذخیرہ تو بغل میں دبائے ہوتے ہیں مگر افضل البناتی سیدہ زینب کے نام سے بھی واقف نہیں ہوتے۔

۸۔ ۷۸۶ اور ۷۸۷ کا مفہوم آپ کی فضیلت سے بہت نیچے ہے۔ آپ اِسے سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ کی فضیلت کے منافی ہوگا۔ حضرت جی ! میں نے لکھا تھا کہ بسم اللہ کے عدد ۷۸۶ نہیں آپ نے یا آپ کے بزرگوں نے کبھی اِس طرف توجہ کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔

بسم اللہ کے عدد حروفِ ابجد کے قاعدہ کے مطابق ۷۸۷ ہیں، ۷۸۶ عدد ہیں ''امیر المؤمنین علیہ السلام'' کے۔ اور آپ بسم اللہ ترک کر کے اپنے خطوط کو ''امیر المؤمنین علیہ السلام'' سے شروع کرتے ہیں۔

بعض لوگ ۹۲/ ۷۸۶ بھی لکھتے ہیں اور ۹۲ سے حضور نبی کریم ﷺ کے اسمِ مقدس سے مراد لیتے ہیں۔ یہ جہالت علی جہالت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اسمِ مقدس محمد ﷺ میں بلحاظ ابجدی علم م تین بار آتا ہے اور مجموعہ اعداد ۱۳۲ ہے۔ آیئے آپ کو بتاؤں کہ یہ ۹۲ کیا ہے؟ جناب یہ لفظ ''امامی'' کے عدد ہیں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام ''امامی'' کو آج تک یہ سنی مسلمان کیا سمجھتے آرہے ہیں۔

آپ کی مستند کتب کے حواشی پر فقرات کے خاتمہ پر ۱۲ کا ہندسہ ہوتا ہے۔ یہ بھی آپ جیسے فضیلت مآب کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ ۱۲ کو فوراً احد کہہ دیں گے۔

مگر غالب علیہ ما علیہ اِس کا مفہوم واضح کر گیا۔ چنانچہ حاتم علی بیگ اپنے ایک شاگرد کو لکھتا ہے۔

صاحب بندہ اِثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر ۱۲ کا ہندسہ کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اِسی عقیدہ پر ہو۔ (خطوط غالب ص ۲۲۱)

یہ ۱۲ کا ہندسہ شیعوں کا بارہ امامی اِشارہ ہے اور ہمارے حواشی نویس ہیں کہ اندھا دُھند گھسیٹے چلے جارہے ہیں۔ حافظ شیرازی علیہ ما علیہ نے بھی ۱۲ کی تشریح کی ہے۔

نجات خویش طلب کن بجان ہشت و چہار ۔۔۔ بہ دُشمناں منشیں حافظا تو لاکن
بمدح شاہ جہاں کے کند اِقرار ۔۔۔ حرامزادہ و بدخصل و شوم و بے بنیاد

حضرت جی! آپ شیعیت کے حربوں سے محض بے بہرہ ہیں اور بالکل غیر محسوس طریقے سے شیعیت کا ایک طرح سے پرچار کر رہے ہیں۔

مجھے حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ کا ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ مرحوم جب آپ کی طرح سوچتے تھے تو اُن دنوں صوفی عبداللہ دیوبند پہنچے۔ آپ ترمذی پڑھا رہے تھے۔ کوئی ایسی حدیث سامنے تھی جس سے مسلک اہلِ حدیث کی تائید ہوتی تھی مگر مرحوم گھوم پھر کر اِس کی تردید کر رہے تھے۔ صوفی عبداللہ پوچھ بیٹھے حضرت آپ حدیث پڑھا رہے ہیں یا اِس کی تردید کر رہے ہیں۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا غیر مقلد ہوں۔ بس بے بھاؤ کی پڑنی شروع ہوگئیں۔ بھاگتے اسٹیشن پر پہنچے تو چند طلباء نظر آئے۔ اُنہوں نے کہا میاں ہم دو تین سو اہلِ حدیث طلباء یہاں حنفی بن کر پڑھ رہے ہیں اگر اِن کو معلوم ہو جائے تو ہمارے بُھرتہ کر دیں۔ اِس واقعہ سے متأثر ہو کر صوفی صاحب نے ماموں کانجن میں مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

شاہ صاحب مرحوم کا وہ زمانہ آپ .... زمانہ کی طرح تھا۔ آگے سُنئے اور سننے سے بہتر ہے کہ مفتی محمد شفیع صاحب کی تالیف ''وحدتِ اُمت'' منگوا کر دیکھئے۔ شاہ صاحب پر آخری دنوں میں اکثر ایک حسرت طاری رہتی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ تمام زندگی برباد کردی۔

میرا اِرادہ تھا کہ ضرور آپ کے ہاں حاضر ہوں گا مگر آپ کے اِن کلمات سے طبیعت مکدر ہوگئی کہ ''جب آپ کو میری تحریر سے کوئی فائدہ ہو''۔ نامعلوم آپ کو یہ زعم کیوں ہے کہ بار بار بطورِ ناصح اور اُستاد اپنے آپ کو ظاہر فرماتے ہیں۔ میں خود علماءِ حق سے کچھ حاصل کرنا سعادت سمجھتا ہوں مگر وہ ہیں کہاں؟ اگر آپ بقول اپنے اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں تو میں ضرور باور کر لیتا اگر آپ اپنے آپ کو بطورِ ناصح پیش نہ کرتے۔

آپ کے وسائل وسیع ہیں۔ آپ کا کتابی علم وسیع ہے۔ آپ اپنے وسائل کو عمل میں لا کر وقتی ضروریات کے مطابق دین کی خدمت کی طرف توجہ فرمائیے۔ فیض عالم جیسے سینکڑوں آپ کا رُکاب تھامنے کو اپنی سعادت سمجھیں گے۔

والسلام

فیض عالم

(جاری ہے)

شبِ قدر کی دُعاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شبِ قدر کون سی ہے تو (اُس رات) میں کیا دُعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (دُعا میں) یوں کہنا :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ ! تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند فرماتا ہے

لٰہذا مجھے معاف فرمادے

سلسلہ نمبر۳۰ قسط : ۴

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی [1] کے درمیان خط و کتابت

حضرتِ اقدسؒ کا خط

آپ نے لکھا ہے : '' طرزِ تکلم........... ''

☆ یہ میں نے اپنی ذات کے لیے نہیں کیا ورنہ آپ اپنا سب سے پہلا خط دیکھئے۔ اِس میں مجھے آپ نے پہلے ہی کیا کچھ نہیں کہا تھا مگر میں نے اُس کا جواب نہایت نرم دیا تھا مگر آپ نے اپنے گرامی نامہ کے

[1] حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہلِ بیتؓ کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرامؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظامؓ سے اِن کو خصوصی پر خاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

نوٹ : حکیم فیض عالم صاحب کا یہ خط (جو کہ گذشتہ ماہ کی قسط میں مکمل چھپ چکا ہے) ۱۲ صفحات کا تھا اُس کا جواب خط کے جملوں کے حوالوں سے لکھا تھا وہ یہ ہے۔ (بقلم حضرتؒ)

ساتھ جو تعارف کی کتابیں بھیجیں اُن میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے بارے میں جو بے اصل واقعہ لکھا ہے مجھ پر وہ بہت بارِ خاطر ہوا جس کی وجہ سے جواب بھی اپنی عادت کے خلاف میں نے سخت لکھا پھر اس لیے میں نے خط کے آخر میں لکھ دیا تھا کہ **لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ** اس آیت کے لکھنے کے باوجود آپ نے مجھے پھر یہ خط لکھ ڈالا جس میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک قصہ گھڑا گھڑایا کسی سے سن سُنا کر مزید بڑھا دیا یعنی زیادتی میں دو قدم اور بڑھ گئے مگر میں نے اُس کا جواب نہیں دیا کہ ایسی لغویات کا کیا جواب دوں لیکن آپ نے اِس خاموشی کو نہ معلوم بزورِ اِجتہاد کس معنی پر محمول کیا اور پھر دھمکی دی کہ میں پمفلٹ شائع کروں گا۔ گویا یا تو میں اِس بحث برائے بحث میں اُلجھوں یا یہ کہلانے دُوں کہ لاجواب ہو گیا اور اِس سے آپ کو غلط فائدہ اُٹھانے دوں۔ اَب ہر سوال کا جواب (معاف فرمائیں) اِسی انداز میں دینا ہی مناسب ہے جس انداز میں سوال ہے۔ آپ کی بے باکی اور اِن حضرات کی شان میں بے لگامی مجھے ناگوار ہے جو محدث ہی نہیں بلکہ فقیہ بھی تھے اور اس سے بھی اُوپر کا درجہ دیا جائے تو بجا ہوگا اور آپ یقینًا کچھ بھی نہیں۔

تدریب الراوی میں آپ جیسے حضرات کا نقشہ کھینچا گیا ہے (یہ وہی کتاب ہے جس کے مطالعہ کی آپ نے مجھے ہدایت فرمائی ہے) وہ فرماتے ہیں ''لوگوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو حدیث کی دعوے دار ہے۔ اُن کا زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صاغانی کی **مشارق الانوار** دیکھ لیں۔ اگر اِس سے زیادہ **مصابیح بغوی** تک پہنچ گئے تو وہ اِس خیال میں ہو جاتے ہیں کہ اِس قدر دیکھ لینے سے وہ محدثین کے درجہ کو پہنچ گئے اور یہ صرف اِس لیے ہوتا ہے کہ وہ حدیث (کے علم کے درجہ) سے ناواقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی یہ دونوں کتابیں بالکل زبانی یاد کرلے بلکہ اِتنے ہی حدیثوں کے متن اور بھی یاد کرلے تو بھی محدث نہیں ہوگا اور وہ ہرگز محدث نہیں ہو سکتا حتی کہ اُونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔ یہ لوگ اگر علم حدیث میں اپنے خیال کے مطابق اِس سے زیادہ بڑھنا چاہیں تو **جامع الاصول ابن الاثیر** دیکھنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی اس کے ساتھ ابنِ صلاح کی کتاب **علوم الحدیث** یا اُن کی مختصر کردہ کتاب **التقریب** اور نووی کی **التیسیر** اور اس جیسی کتابیں بھی مطالعہ میں شامل کرلے تو جب وہ اِس درجہ کو پہنچ جائے اُس وقت اس کے بارے میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ یہ شیخ المحدثین ہیں، بخاریٔ دوراں ہیں اور اِسی قسم کے جھوٹے اَلقاب دیے جاتے ہیں

کیونکہ حدیث کی اِتنی مقدار جاننے سے محدث نہیں بنتا۔

محدث وہ ہوتا ہے جو سندیں، علل، اَسماء الرجال، عالی اور نازل جانتا ہو اور اِس کے ساتھ متون کا بہت زیادہ ذخیرہ یاد کر چکا ہو اور کتبِ ستہ اور مسند احمد بن حنبل اور سنن البیہقی اور معجم طبرانی سُنی ہوں اور ان کے ساتھ ایک ہزار جزء حدیث کے اور بھی ملائے ہوں تو یہ محدث ہونے کا کم سے کم درجہ ہوگا۔ جب وہ یہ مذکورہ کتابیں سن چکا ہو اور طبقات کی کتابیں بھی اور مشائخ کی خدمت میں جا چکا ہو اور عللِ حدیث اور رجال کی وفات وغیرہ اور مسانید پر کلام کرنے کے قابل ہو جائے تو اَب محدثین کے پہلے درجہ میں پہنچے گا پھر اللہ تعالیٰ جس کو جتنا چاہیں اور زیادہ علم عطاء فرما دیں۔ (انتھٰی تدریب الراوی ص ۹)

آپ نے اپنے مرسلہ تعارفی رِسالوں میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور اِس خط میں مولانا انور شاہ صاحبؒ پر جھوٹے قصے چھاپے اور لکھے ہیں حالانکہ یہ اِس درجہ کے محدثین تھے کہ جن کے پاس وہ لوگ پڑھنے آتے تھے جو برسوں پڑھا چکتے تھے۔ سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ''شامِ ہمدرد'' کے ایک بیان میں میں نے خود حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے بارے میں عظیم کلمات سُنے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ اِن سے واقف تھے اور آپ غلط باتوں پر یقین کیے بیٹھے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے '' میں نے اِس ضمن میں الخ ''

☆ پوچھنے والے نے یہ دریافت کیا ہے کہ آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فوراً بعد کسے خلیفہ بنائیں۔ اس پر اِن تین اکابر کے نام اِرشاد فرمائے گئے ابوبکرؓ عمرؓ اور علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ وَحَشَرْنَا مَعَھُمْ . گویا اِسی حدیثِ مرفوع سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ورضی عنہ کی اتنی زیادہ فضیلت معلوم ہورہی ہے کہ آنجناب ﷺ کے فوراً بعد بھی باوجود کم عمری کے آنجناب ﷺ کی نظر مبارک میں آپ اس منصب جلیل کے لائق تھے اور پوری طرح نباہ سکتے تھے کہ اگر ایسا کرو گے تو انہیں ہدایت پر قائم اور لوگوں کو ہدایت پر لانے والا اور تم سب کو صراطِ مستقیم پر چلانے والا پاؤ گے۔ (آپ نے حدیث کے یَھْدِیْکُمُ الطَّرِیْقَ الْمُسْتَقِیْمَ کے جملہ کو الخ لکھ کر حذف کرنا اور نظروں سے غائب کرنا چاہا ہے جو نہ کرنا چاہیے تھا۔) اور دُوسری حدیث سے جو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ کتبِ معتبرہ نقل فرمائی ہے یہی مطلب نکلتا ہے سَأَلْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّقَدِّمَکَ یَاعَلِیُّ وَ یَأْبَی اللّٰہُ اِلاَّ تَقْدِیْمَ اَبِیْ بَکْرٍ. یعنی اے علی!

میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تم کو مقدم کر دے اور اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کے سوا کسی دُوسرے کو مقدم کرنے سے انکار فرما دیا۔ (فتاوٰی عزیزی ج ۱ ص ۲۷۲)

آپ نے لکھا ہے : " نبی اکرم علیہ السلام کے فرمودات "

☆ جی ہاں رسول اللہ علیہ السلام کے سارے اِرشادات جمع کریں پھر نتیجہ نکالیں۔

آپ نے لکھا ہے : " طحاوی اور مسامرہ کے اَقوال "

☆ نہیں یہ اُن کے اَقوال نہیں بلکہ عقائد جمہور اہلِ سنت ہیں جیسے کہ عنقریب منہاج السنہ کی عبارت بھی نقل کروں گا بلکہ اِن کے مقابلہ میں آپ کا قول ایسا ہے جیسے شیعوں کا قول خَلِیْفَتُہٗ بِلَافَصْلٍ .

آپ نے لکھا ہے : " کیا وَلَا اَرٰکُمْ فَاعِلِیْنَ پر غور الخ "

☆ آپ کی نظر حدیث کے آخری حصہ پر کیوں پہنچی۔ پہلے حصے سے بے سوچے سمجھے ہی گزر گئے۔ اگر حدیث کا مطلب وہی ہے جو آپ اور آپ کے ہم مشرب خوارج سمجھے ہیں تو آپ نے اپنے آپ کو حضرت علیؓ سے زیادہ سمجھدار خیال فرما رکھا ہے، یا یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ باوجودیکہ حضرت علیؓ خود ہی یہ روایت بیان بھی کر رہے ہیں اور اِس کا مطلب بھی سمجھ رہے ہیں مگر معاذ اللہ خلافت و دُنیا کی طلب میں اس فرمان پر عمل نہیں کر رہے۔ ذرا مہربانی فرما کر اِس حدیث کی سند بھی اِرشاد فرمائی ہوتی اور یہ کہ یہ حدیث حضرت علیؓ نے کس زمانہ میں لوگوں کو بتلائی۔ اگر اپنے دَورِ خلافت میں بتلائی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اُن کے اِس اِرشاد کو سُنانے کا مطلب یہ تھا کہ لوگ اِس سے بغاوت و نافرمانی نہ کریں کیونکہ لَا اَرٰکُمْ فَاعِلِیْنَ یعنی "میرے خیال میں تم لوگ ایسا نہیں کرو گے" اگر بطریقِ ملامت نہ اِرشاد فرمایا ہوتا تو حضرت علیؓ اِس حدیث کو کیوں سُناتے اور اگر اُنہوں نے یہ اِرشادِ پاک پہلے سُنایا ہے تو اِس کا تعلق دَورِ صدیقِ اکبرؓ سے ہوگا جیسا کہ میں اُوپر بیان کر چکا ہوں اور یہی بات صحیح ہے اِس لیے حضرت علیؓ کا مقابلہ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما سے کرنا ہی نہ چاہیے کیونکہ حضرت علیؓ نے بہت زیادہ روایتوں میں شیخین کی فضیلت پر شدت سے زور دیا ہے۔

حضرت علیؓ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ اُنہوں نے فرمایا لَایُفَضِّلُنِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِلاَّ جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ. یعنی جو شخص مجھ کو حضرت ابو بکر و عمر پر فضیلت دے گا میں اُس کو اِتہام لگانے والے کے برابر کوڑے لگاؤں گا۔ اُمورِ ظنیہ میں ایسی سزاء نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اِنہیں قطعی

طور پر معلوم تھا اور اِس کا علم رسول اللہ ﷺ ہی سے آپ کو حاصل ہوا تھا کیونکہ اُمورِ ظنیہ میں حد نہیں لگائی جایا کرتی ہے اور تفضیلِ شیخین کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مختلف اَوقات میں مختلف کلمات اِرشاد فرمائے ہیں جو اِن سے اُن کے اَصحاب میں تقریبًا اَسّی حضرات نے سُنے اور آگے روایت کیے ہیں۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اِن حضرات سے مقابلہ اور موازنہ کرنا ہی دُرست نہیں ہے۔ البتہ اِن حضرات کے بعد قرآنِ پاک کے ترتیب دینے میں اور بکثرت تلاوت کرنے میں حضرت عثمان غنیؓ کو ان سے افضل مانا گیا ہے اور حضرت علیؓ کو روایت فتوی اور جہاد میں ان سے افضل مانا گیا ہے۔ ان دونوں حضرات میں باہم افضلیت میں خود علماء اہل سنت کے دو قول ہیں جن میں مذکورہ بالا طریق پر تطبیق دی جاسکتی ہے۔

رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت، تو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی خلافت کے بارے میں رسالت مآب ﷺ کی زبانِ مبارک سے علم تھا۔ یہ روایت جو آپ نے ذکر کی ہے امام احمدؒ کی ہے اور امام احمدؒ ہی کی ایک اور روایت ہے جس کے آخر میں ہے فَقَالَ عَلِیٌّ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتلا رکھا ہے کہ میری وفات اُس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ مجھے امیر نہ بنادیا جائے پھر میری ڈاڑھی میرے سر کے خون سے رنگین نہ ہو۔

اور طبرانی اور ابونعیم نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اِرشاد فرمایا کہ یقینًا تمہیں امیر وخلیفہ بنایا جائے گا اور یقینًا قتل کیا جائے گا اور یہ ڈاڑھی سر کے خون سے تر ہوگی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین کی روایت کو بحسب المعنٰی صحیح قرار دیتے ہوئے نقل فرمایا ہے جس میں ہے کہ ''حضرت علی مرتضٰی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دُنیا سے اُس وقت تک رُخصت نہیں ہوئے کہ جب تک آپ نے ہمیں یہ نہ بتلادیا کہ آپ ﷺ کے بعد امارت ابوبکرؓ کی ہوگی پھر عمرؓ کی پھر عثمانؓ کی پھر میریؓ۔ تو میری خلافت مجتمع نہ رہے گی۔

حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے خوب بتلادیا تھا کہ خلافت کے بعد قوم مجھے ناپسند کرنے لگے گی۔ (اِزالۃ الخفاء ص ۲۷۵)

ابوالاسود الدئلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میرے پاس

عبداللہ بن سلام آئے اور میں سفرِ عراق کے اِرادہ سے سوار ہو چکا تھا تو اُنہوں نے کہا کہ آپ عراق نہ جائیں اگر آپ عراق گئے تو تلوار سے شہید کر دیئے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم سے پہلے مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہی بتلا دیا تھا الخ۔ (اِزالۃ الخفاء ص ۲۷۷)

نیز آپ کی سمجھ کے مطابق اگر حضرت علیؓ کی خلافت منعقد بھی نہ مانی جائے تو حضرت حسنؓ کی خلافت بھی درُست نہ ہوگی۔ حالانکہ وہ حدیثِ صحیح کی رُو سے درُست ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ اَلْحَدِیْثِ. (بخاری) یا حضرت علیؓ کی خلافت بھی درُست ماننی پڑے گی تاکہ حضرت حسنؓ کی جانشینی درُست قرار پائے اور حدیثِ صحیح کے اَلفاظ اور مفہوم سے حدیثِ احمدؒ کے مفہوم کا تعارض نہ ہو۔

ہاں لَاَاَرٰکُمْ فَاعِلِیْنَ سے حضرت معاویہؓ وغیرہم بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی طرف سے جب اُن کے نام شام کی گورنری سے معزولی کا پروانہ پہنچا تو اُنہوں نے نامزد گورنر کو چارج دینے سے انکار کر دیا۔ ورنہ حضرت علیؓ صحیح راستہ پر چلتے اور سب کو چلاتے۔ یہ بدگمانی اُنہوں نے درُست نہیں کی اور بخاری شریف کی روایت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کا باغی ہونا ثابت ہے۔ وَیْحَ عَمَّارٌ تَقْتُلُہُ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ بے چارے عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ (بخاری ص ۶۴) اِس لیے حضرت علیؓ کا یہ فتوی درُست ہے کہ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَیْنَا ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے۔

نیز حقیقی اہلِ حدیث علماء کا ہمیشہ سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ وہ حدیثِ مرفوع کا مطلب علماء متقدمین کے اَقوال کی روشنی میں سمجھتے ہیں کہ اُنہوں نے کیا سمجھا ہے اور اُنہوں نے اپنے اساتذہ سے کیا سُنا ہے اور راوی حدیث نے خود بھی اس پر عمل کیا ہے یا نہیں اور اُسی کے مطابق فتوی دیا ہے یا اُس کے خلاف فتوی دیا ہے یہ بہت ہی دقیق کام ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح بخاری'' میں اپنے اِسی طرزِ عمل کو اختیار کیا ہے۔ شروع ہی میں اِس کی مثال دیکھ لیجیے۔ کتاب الایمان کے پہلے باب میں کتنے اَقوال اور آیات پیش کی ہیں اور پھر باب سے متعلق حدیث صرف ایک ہی لائے ہیں۔ آپ اگر اِس طریقہ پر چلیں گے تو صحیح معنٰی میں آپ اہلِ حدیث ہوں گے اور یہی سلفی طرز ہے اور اَسلم ہے۔ کیا اس حدیث سے اس زمانہ میں کسی نے یہ استدلال کیا ہے جو

آپ کررہے ہیں بلکہ استدلال نہ کرنا ثابت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین میں تحریر فرماتے ہیں معاویہ قبل از تحکیم ادعاء خلافت نہ کردہ بود و بیعت خلافت نگرفتہ ص ۲۷۸۔ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحکیم سے پہلے دعوی خلافت ہی نہ کیا تھا اور لوگوں سے بیعت خلافت نہیں لی تھی۔

آپ نے لکھا ہے : '' اپنے آپ پر تنگ پاکر الخ''

☆ ان باتوں کی تو کسی کذاب نے آپ کے ہی کانوں میں آکر خبر دی ہوگی ورنہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تو اِنہیں ہی صاحبِ حق مانتے ہیں۔ شاہ صاحب کا اسم گرامی اِس لیے لے رہا ہوں کہ ائمہ اسلام طحاوی اور ابنِ ہمام جیسے حضرات کی بات تو آپ کے نزدیک معتبر نہیں ہے اور شاہ صاحب کا نام نامی آپ نے شروع ہی سے استعمال کیا ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ کو جو جواب دُوں وہ اِن ہی حضرات کے حوالوں سے دوں جن کے حوالے آپ نے خود دیئے ہیں تاکہ یا آپ مانیں یا ان حضرات سے بھی کٹ کر پوری طرح خارجیوں کی صف میں جا کھڑے ہوں۔ ذرا کلیجہ پہلے تھام لیں پھر پڑھیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں :

> اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر جو اجماع ہوا اور اس اجماع سے حضرت معاویہؓ خارج رہے تو اِس سے اِس اجماع میں کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ اس واسطے کہ اُس وقت آپ کا اجتہاد اِس درجہ کا تھا کہ آپ اہلِ حل وعقد میں شمار ہو سکتے اور علاوہ اِس کے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نص سے ثابت ہے اور نص کے مقابلہ میں اجتہاد کا ہرگز کچھ اعتبار نہیں۔ (فتاوی عزیزیہ ج ۱ ص ۲۰۳)

اَب فرمایئے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اُس وقت تک باوجود اِن کے صحابی ہونے کے اِس درجہ کا مجتہد بھی نہیں مانتے کہ اہلِ حل وعقد میں داخل ہوں۔ تو لامحالہ اِن سے اُوپر کے درجہ کے صحابی ہی اہلِ حل وعقد میں اُس وقت شمار ہوتے ہوں گے جن کے بیعت ہو جانے کی وجہ سے اجماع کا لفظ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اور آپ کہتے ہیں کہ : ''کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی''۔ یہ آپ نے کسی کتابچہ میں پڑھ کر یاد کرلیا۔ ذرا اِس کا حوالہ بھی لکھا ہوتا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں :

''حضرت معاویہ ابن ابی سفیان صحابی ہیں اور آنجناب کی شان میں بعض حدیثیں بھی آئی ہیں اور آنجناب کے بارے میں علماء اہلِ سنت میں اختلاف ہے۔ علماء ماوراء النہر اور مفسرین اور فقہاء کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی حرکات جنگ و جدل جو حضرت مرتضٰی علیؓ کے ساتھ ہوئیں وہ صرف خطاء اجتہادی کی بناء پر تھیں اور محققین اہلِ حدیث نے تتبعِ روایات کے بعد دریافت کیا ہے کہ یہ حرکات شائبہ نفسانی سے خالی نہ تھیں اور اِس تہمت سے خالی نہیں کہ جنابِ ذی النورین حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں جو تعصب اُمویہ اور قریشیہ میں تھا اُسی کی وجہ سے یہ حرکات حضرت معاویہؓ سے وقوع میں آئیں تو اِس کا غایت نتیجہ یہی ہے کہ وہ مرتکب کبیرہ کے اور باغی قرار دیئے جائیں الخ۔'' اس سے چند سطور کے بعد فرماتے ہیں '' حضرت معاویہؓ کے صحابی ہیں آپ کے حق میں آنحضرت ﷺ کی شفاعت کی زیادہ اُمید ہے، اور یہ بھی زیادہ متوقع ہے کہ صاحبِ حق یعنی حضرت مرتضٰی علیؓ اپنا حق معاف فرما دیویں گے۔'' (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۳۷۳)

اور ملا علی قاریؒ نے مرقات جلد پنجم میں لکھا ہے معاویۃ رضی اللّٰہ عنہ اخطأ فی الاجتھاد۔ ص ۵۸۳۔

ابنِ تیمیہ رحمہ اللّٰہ بھی فرماتے ہیں **وجماھیر اھل السنۃ متفقون الخ** ۔یعنی تمام کے تمام اہلِ سنت اِس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ افضل ہیں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے چہ جائیکہ معاویہؓ وغیرہ۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ''حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ کے دَورِ خلافت میں مسلمان دو گروہوں میں بَٹ گئے تھے، ایک گروہ نے تو اِن سے جنگ کی اور ایک وہ تھا جو اُن کے ساتھ تھا۔ تو خود حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھی دو جماعتوں میں افضل جماعت تھی جیسے صحیح حدیث میں رسول اللّٰہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اِرشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں اختلاف کے زمانہ میں ایک جماعت خروج کرے گی اُس کو وہ (گروہ) جماعت قتل کرے گی جو دو گروہوں میں حق کی زیادہ حقدار ہوگی۔ تو اِس جماعت کو حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت معاویہؓ اور اُن کے ساتھیوں سے زیادہ حقدار تھے۔ لیکن اہلِ سنت عمل اور علم کے ساتھ بات کرتے ہیں اور ہر ایک کو جتنا اُس کا حق ہے وہ دیتے ہیں۔'' (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ)۔ اِس سے بہت پہلے ۵۳۶ھ میں قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی نے **''العواصم من القواصم''** میں کہا ہے۔ ''حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو رُوئے زمین پر خلافت کا حقدار حضرت علیؓ سے زیادہ کوئی نہیں تھا۔ (ص ۱۹۴)

دُوسری جگہ وہ لکھتے ہیں کہ '' خلفاء ثلٰثہ کے بعد خلیفۂ رابع کے برابر قدر و منزلت علم و تقوے اور دین کے اعتبار سے کوئی نہ تھا تو اُس وقت بیعت منعقد ہوئی۔ اور اگر حضرت علیؓ کی بیعت میں جلدی نہ کی جاتی تو اُن اوباشوں کے ہاتھوں جو مدینہ میں تھے وہ کچھ ہوتا کہ جس سے معاملہ ایسا پارہ پارہ ہو جاتا کہ پیوند بھی نہ لگایا جا سکتا۔ لیکن ان سے مہاجرین و اَنصار نے بشدت اصرار کیا اور حضرت علیؓ نے اسے فرض جانا تو انہوں نے بات مان لی۔'' (العواصم من القواصم ص ۱۴۳)

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے بالاکراہ بیعت کی ہے تو جواب یہ ہے کہ حَاشَا لِلّٰہِ اَنْ یُّکْرَھَا لَھُمَا وَلِمَنْ بَایَعَھُمَا کہ حاشا اللہ کہ اِن پر جبر کیا گیا ہو یا جس نے بیعت لی اُس نے ایسی صورت کی ہو۔ (العواصم ص ۱۴۴)

اگر یہ کہا جائے کہ اُنہوں نے اِس شرط پر بیعت کی تھی کہ حضرت علیؓ قاتلینِ عثمانؓ کو قتل کریں گے قُلْنَا ھٰذَا لَا یَصِحُّ یعنی تو جواب یہ ہے کہ بیعتِ خلافت میں ایسی شرط نہیں ہوا کرتی۔ یہ بات دُرست نہیں بلکہ بیعت میں یہ کہا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین حق فیصلے دیں گے (حکم بالحق) اور اِس کی صورت یہ ہوا کرتی ہے کہ خون کا مطالبہ کرنے والا دعویٰ پیش کرے۔ مدعٰی علیہ کو طلب کیا جائے اور دعویٰ دائر ہو کہ مدعٰی علیہ اِس کا جواب دے سکے اور گواہ پیش ہوں اور فیصلہ دیا جائے اور ویسے ہی اگر ہجوم کر کے کوئی بات امیر پر زور ڈالنے کے لیے یوں ہی کہی جائے (یا اُمیر دباؤ ڈال کر کسی کے بارے میں یوں ہی مطلق بات کہے) یا بغیر تحقیق کے کسی کام کی کسی کی طرف نسبت کی جائے اور بات طرفین سے سُنے بغیر فیصلہ دلایا جائے فَلَیْسَ ذَالِکَ فِیْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ یعنی یہ تو دینِ اسلام میں ہے ہی نہیں۔'' (العواصم ص ۱۴۶)

اور اس سے بہت زیادہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرۃ العینین میں یہی بیان اور اَسناد سے اور زیادہ مفصل طرح تحریر فرمایا ہے۔

آپ نے لکھا ہے : '' اَلْخِلَافَۃُ بِالْمَدِیْنَۃِ وَالْمُلْکُ بِالشَّامِ بھی آپ کی نظر الخ ''

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی مدینہ منورہ میں منعقد ہوئی۔ وہاں سے باہر جانا یا ٹھہرنا بغاوت وغیرہ کی وجہ سے ہوا ہے اور کسی کام سے امیر المؤمنین کا باہر جانا اگر اِس حدیث کے خلاف ہے تو حضرت عمرؓ کے اَسفار کی کیا توجیہ ہوگی؟۔

آپ نے لکھا ہے : '' یا جاہل جو چاہیں الخ ''

☆ میں نے آپ کو جاہل کہاں لکھا ہے؟

آپ نے لکھا ہے : '' علماء دیو بند سے ناممکن ہے ''

☆ آپ اِس فکر میں کیوں دُبلے ہو رہے ہیں؟

آپ نے لکھا ہے : '' یہ فقرہ ہی اَدبی لحاظ سے غلط ہے''

☆ آپ تو بڑے ادیب ہیں، اصلاح فرمادی ہوتی مگر سمجھ کر۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ شروع خط سے اَب تک اِس مغالطہ میں رہے ہیں کہ میں کوئی اُردو کا محاورہ استعمال کر رہا ہوں۔ اُردو میں یہ کہا جاتا ہے کہ ''یا یہ بات صحیح ہے اور اگر یہ بات صحیح نہیں ہے تو غلط ہے''۔ (یعنی بقول آپ کے باطل ہے) حضور! میں اُردو کی باتیں نہیں کر رہا تھا۔ میں حدیث کی اِصطلاح عرض کر رہا تھا کہ اُصولِ حدیث میں صحیح ورنہ غلط نہیں چلا کرتا بلکہ صحیح کے بعد حسن پھر ضعیف پھر جھوٹ اور باطل ہوتا ہے بلکہ حدیثِ حسن کو بعض محدث صحیح کی قسم قرار دیتے ہیں۔ اسی تدریب الراوی میں ہے جس کا کہ آپ نے اپنے خط میں حوالہ دیا ہے کہ وَلِھٰذَا اَدْرَجَتْہُ طَائِفَۃٌ فِیْ نَوْعِ الصَّحِیْحِ ص ۹۱ یعنی اِسی وجہ سے کہ اِس سے استدلال کیا جاتا ہے اِسے ایک جماعت نے صحیح کی قسم قرار دیا ہے۔ لیکن آپ مدینۃ العلم کو جو حدیثِ حسن ہے۔ اپنا دل چاہنے کی وجہ سے ضعیف سے بھی نیچے باطل کے درجہ میں گرا رہے ہیں۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ دُنیا بھر کے محدثین آج تک حدیثِ حسن کو دلیل بنا کر اِسے سچ تسلیم کرتے ہوئے اُس پر عمل کرتے آئے ہیں۔ اس سے آگے حدیثِ ضعیف کا درجہ آتا ہے یعنی وہ حدیث جو کمزور درجہ کی ہو۔ پھر اِس سے آگے باطل کا درجہ آتا ہے۔ اسے حدیث ہی نہ کہیں تو بہتر ہے۔ وہ موضوع ہوتی ہے۔ یعنی کسی کی من گھڑت بات حدیث بنا کر بیان کی جائے یا لکھدی جائے ایسی نام نہاد حدیثوں کو الگ کر کے مستقل کتابوں میں ہر زمانہ میں لکھا جاتا رہا ہے تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ آئیں۔

حدیث **انا مدینة العلم وعلی بابھا** موضوع تو کیا ہوتی ضعیف بھی نہیں ہے۔ میرے الفاظ میں تعارض نہیں بلکہ آپ اُصولِ حدیث کا مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے اِسے لیے تعارض نظر آ رہا تھا۔

آپ نے لکھا ہے : '' اُدھار کھائے بیٹھے ہیں الخ''

☆ آپ اِتنی جلدی کیوں برہم ہوئے جاتے ہیں۔ میں نے تو لکھا تھا کہ اگر یہ بات ایسے ہے تو یوں ہے۔ '' اگر '' حرفِ شرط ہے۔ اور میں نے مشروط لکھا تھا۔ اگر یہ بات نہ تھی تو فقط یہ لکھنا کافی تھا کہ ''میں نے نہیں لکھا بلکہ صاحبِ مضمون نے لکھا ہے''۔

آپ نے لکھا ہے : '' تحریر فرماتے ہیں...... ''

☆ جو وہ تحریر فرماتے ہیں وہ یہ ہے : (۱) اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ یا اَنَا دَارُالْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا . نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت ذکر کرنے والے اِس کی تصحیح کرتے ہیں۔ (۲) ترمذی نے اِس کی تحسین کی ہے جس میں لغیرہ ہونے کا بھی احتمال ہے اور ممکن ہے کہ کسی نے اِس کی تصحیح بھی کی ہو۔ کتابیں [1] ہمارے پاس موجود نہیں ہیں کہ اُن کا انکشاف کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ حدیث اُن روایات سے مقابل ہونے کی طاقت نہیں رکھتی جو بالاتفاق صحیح ہیں۔ پس بوقتِ تعارض ساقط [2] سمجھی جائے گی۔

(۳) اگر اس کے مفہوم میں تعارض [3] نہ ہو تو البتہ قابلِ اعتماد قرار دی جا سکتی ہیں مگر جب ہم لفظ مدینہ اور لفظ باب میں غور کرتے ہیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ مدینہ اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بہت سے مکانات مجتمع ہوں۔ ایک مکان دس پندرہ مکانات والی آبادی کو ''مدینہ'' نہیں کہا جاتا۔ خود لفظ مدینہ کا لغوی مفہوم بھی اجتماع پر دلالت کرتا ہے۔ اِس سے مفہوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں بہت سے علمی گھر ہوں گے اور بہت زیادہ آبادی اُن کے اندر ہوگی۔ اور ہر دروازہ خواہ مکان کا ہو یا شہر کا، شہر کا اندرونی حصہ یا مکان کا اندرونی حصہ شمار نہیں کیا جاتا۔ اور کم از کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ من وجہٍ خارج ہو اور من وجہٍ داخل۔ اِس بناء پر اور صحابہ کرام اور بالخصوص ان کے خواص (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اِس مدینۃ العلم کے اندر والے ہوں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بحیثیتِ باب اندر داخل نہیں ہوگے۔ لہٰذا اُن کی فضیلت دیگر صحابہ پر ثابت نہ ہوگی۔ ہاں باہر سے آنے والوں یعنی غیر صحابہ پر ممکن ہے کہ فضیلت ثابت کی جائے کہ اُن کو اِس مدینہ میں بغیر توسط حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ داخل ہونا ممکن نہیں۔ اِس لیے اشکال کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ (باقی صفحہ ۳۷)

---

[1] کیونکہ آپ نے (یعنی حضرت مدنیؒ نے) یہ مکتوب جیل سے تحریر فرمایا ہے۔ [2] یعنی اگر اس سے کوئی استدلال کر کے آپ کو خلیفہ اوّل ثابت کرنا چاہے تو یہ استدلال باطل ہوگا اور اعلمیت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسی صحیح روایات کے مقابلہ میں بھی نہیں لائی جائے گی۔ [3] جیسے کہ حضرت رحمہ اللہ نے اِس سے آگے وہ شکلیں تحریر فرمائی ہیں جن میں تعارض نہیں ہوگا۔ (حامد میاں)

(۴) کیا دُنیا میں کوئی مدینہ ایسا بھی پایا جاتا ہے جس کا ایک ہی دروازہ ہو۔ آخرت میں جنت اور دوزخ کے لیے بھی متعدد اَبواب رکھے گئے ہیں۔ جہاں کا انتظام انتہائی قوت والا ہے اور دُنیا میں تو حوائج شدیدہ اور کمزوری انتظامات ہمیشہ اِسی کے متقاضی ہوتے رہے ہیں کہ ہر سورُ البلد اور ہر شہر کے اَبواب متعدد ہوا کریں ورنہ اہلِ شہر سخت تنگیوں میں مبتلاء ہوجاتے ہیں اِسی لیے مدینۃ العلم کے لیے بھی متعدد دروازے ہونے چاہئیں۔ اِس روایت میں اِس کی نفی کہاں ہے کہ اِس کے لیے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے۔ لہٰذا شبہ کی گنجائش نہیں رہتی'' اِس کے بعد اِسی گرامی نامہ میں حضرتؒ نے (۵) تحریر فرمایا ہے جو میں مناسب موقع پر نقل کروں گا۔ یہ مکتوب کا ۱۷۹ ۔ ۱۸۰ ۔ ۱۸۱ کا حصہ ہے۔ باقی باقی ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ توجیہ لکھی تھی اِس توجیہ کے بعد شیعیت کا کیا خدشہ رہتا ہے۔

حاشیہ ۔ یہ حاشیہ کا لفظ صاف لکھا ہے اور محشی کا نام بھی لکھا ہے پھر اِس کا اِنتساب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کیسے ہوا؟ کیوں کیا گیا؟ یہ اِنتساب جیسے بھی ہوا غلط ہے۔ مکتوب گرامی کی عبارت وہ ہے جو میں نے اَبھی نقل کی ہے اور بقیہ آگے نقل کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ (جاری ہے)

سلسلہ نمبر۳۰ قسط : ٦

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی [۱] کے درمیان خط و کتابت

حکیم فیض عالم صدیقی کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکیم فیض عالم صدیقی محلّہ مستریاں جہلم ۵ رنومبر ۷٦ء

مکرمی مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم دارالعلوم جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور

السلام علیکم! راقم الحروف نے ۹ راگست ۷٦ء کو '' اَنَامَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا '' کے متعلق

---

[۱] حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہلِ بیتؓ کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرامؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظامؓ سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

بذریعہ رجسٹرڈ خط عرض کیا تھا کہ آپ نے خدام القرآن کی قرآن کانفرنس میں اپنے مقالہ میں بغیر کسی سیاق وسباق کے اِن کلمات کو بطورِ حدیث پیش فرمایا ہے۔ مجھے مطلع فرمائیے کہ اِن الفاظ کا روایات کے سلسلہ میں کیا مقام ہے اور ساتھ ہی عرض کیا تھا :

ا۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ اگرچہ ترمذی نے اِسے روایت کیا ہے۔ تاہم یہ موضوعات میں شمار کی جاتی ہے۔ اِس کے جملہ طرق موضوع ہیں اور اِس کا متن خود اِس کے موضوع ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ جب نبی علیہ السلام کی ذات علم کا شہر ہوئی اور اُس کا دروازہ صرف ایک علیؓ ہوا۔ تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور کے اقوال و اِرشادات کے مبلغ صرف علیؓ ہوئے۔ اِس سے دینِ اسلام کا فساد لازم آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ راویانِ حدیث میں سیدنا علیؓ کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔

۲۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں : فَعُلِمَ اَنَّ الْحَدِیْثَ اِنَّمَا اِفْتِرَاءُ زِنْدِیْقٌ جَاهِلٌ نَطَقَهٗ مَدْحًا وَ هُوَ بِطَرِیْقِ الزَّنَادِقَةِ اِلَی الْقَدْحِ فِی الْاِسْلَامِ.

۳۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں : لَیْسَ وَجْهٌ صَحِیْحٌ.

۴۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں : وَقَالَ ابْنُ مَعِیَنٍ اِنَّهٗ کِذْبٌ لَااَصْلَ لَهٗ وَکَذَا قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ وَیَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَاَوْرَدَهٗ اِبْنُ الْجَوْزِیُّ فِی الْمَوْضُوْعَاتِ وَاَوْفَقَهُ الذَّهَبِیُّ وَغَیْرُ ذَالِكَ وَقَالَ ابْنُ دَقِیْقِ الْعِیْدِ هٰذَ الْحَدِیْثُ لَمْ یُثْبِتُوْهُ وَقِیْلَ اِنَّهٗ بَاطِلٌ وَقَالَ دَارَقُطْنِی غَیْرُ ثَابِتٍ (موضوعات الکبیر)

۵۔ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں : حدیث اَنَامَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ مِنْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مُنْکَرًا وَاَنْکَرَهُ الْبُخَارِیُّ رَأْسًا وَالْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَكِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَحِیْحٍ وَقَالَ الذَّهَبِیُّ هُوَ مَوْضُوْعٌ وَقَالَ اَبُوْذُرْعَةَ کَمْ خَلْقٍ اِفْتَصَحُوْا فِیْهِ وَقَالَ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ لَااَصْلَ لَهٗ.

۶۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں : اَخْرَجَهُ النَّاسُ وَ فِیْ اَسْنَادِهٖ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمَجْرُوْحِیْنَ وَالْمَجَاهِیْلِ. (قرة العینین)

۷۔ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں : اِس حدیث کو امام نووی علامہ ذہبی امام جزری نے مردود قرار

دیا ہے۔

اِسی عریضہ میں عرض کیا تھا کہ اِس روایت کے روایوں پر بھی جرح کی جاسکتی ہے مگر آپ جیسے عالم کے لیے مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے پاس اِس کے صحیح ہونے کا یقیناً ثبوت ہوگا۔ برائے مہربانی اُس کی صحت کے دلائل سے مطمئن فرمائیں اگر جواب اثبات میں نہیں تو ماہنامہ میثاق میں اپنی غلطی کا اعتراف فرمائیے۔ اِس سے آپ کی شان کم نہیں ہوگی بلکہ آپ کا وقار مسلمانوں کی نظروں میں بڑھ جائے گا۔ اگر آپ کو ہر دو صورتیں پسند نہیں تو میں خود مسلمانوں کو اِس غلط فہمی سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔

میرے اِس پہلے خط کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ ''اِس خاص حدیث کے بارے میں ہمارے اَساتذہ اِس تشریح کے قریب ہی تشریح کرتے آئے ہیں جو میں نے کی ہے۔'' پھر اُسی سانس میں آپ نے لکھ دیا کہ ''یہ حدیث نہ باطل ہے نہ صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے۔''

میں نے دُوسرا عریضہ لکھا تو آپ نے نصف خط تو ذاتیات پر ختم کر دیا اور کام کی صرف ایک بات لکھی کہ ''اگر کوئی حدیث صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی تو کیا قابلِ احتجاج نہیں ہوتی۔'' اس خط میں دُوسری بات آپ نے یہ لکھی کہ ''نیز بلاشبہ تصوف یعنی احسان کا سب سے بڑا دروازہ حضرت علیؓ ہیں۔ چاروں طریقے بلا اِنقطاع آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں۔'' میں نے تیسرا خط لکھا تو اُس میں آپ نے متعدد کتب کے نام گنوا کر خواہ مخواہ خط کو طول دیا کام کی بات کوئی نہ تھی۔

میں نے روایتِ مذکورہ کے متعلق حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب رحمہ اللہ کا جو حوالہ دیا تھا۔ آپ نے اُس پر بڑی تفصیل سے اِنکاری صورت میں پورا خط ختم کر دیا۔ مجھے مجبوراً چوتھے خط میں پھر آپ کو متوجہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا تا حال کوئی جواب نہ ملا۔

میں بذریعہ عریضہ ہٰذا بذریعہ رجسٹری خط آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت ! ہماری اِس قسم کی علمی لغزشوں سے فریق مخالف فائدہ اُٹھا کر اپنے گندے اعتقادات بڑی چابک دستی سے سُنّی عوام کے دماغوں میں ٹھونسنے میں کامیاب ہوتا جارہا ہے۔ ہمیں نسلی عصبیت کو خیر باد کہہ کر اَخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے میں ذرا بھر تامل نہیں کرنا چاہیے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا امین احسن اصلاحی کے سامنے سید محمود احمد عباسی کی کتب پیش کی گئیں۔

آپ نے عباسی صاحب کی تعریف فرمائی۔ کسی عقیدت مند نے پوچھا حضرت! عباسی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کی تحریروں کے خلاف ہے۔ تو آپ نے فرمایا میاں میں کبھی تاریخ کا طالب علم نہیں رہا۔ حق وہی ہے جو عباسی صاحب نے بیان کیا ہے۔ اصلاحی صاحب کا یہ اعلانِ حق اُن کے مقام و مرتبہ میں کئی گنا اضافہ کا موجب ہوا۔ میں یہی بات آپ کے سامنے دوہراتا ہوں۔ میری آپ سے جو خط و کتابت ہوئی ہے وہ میرے پاس امانت کے طور پر محفوظ رہے گی۔ آپ اخلاقی جرأت سے کام لیجئے اور میثاق یا کسی اور مذہبی رسالہ میں اِس موضوع روایت کے متعلق جو حق ہے اُسے بیان فرما دیجئے۔ ورنہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اُسے ایک پمفلٹ کی صورت میں چند دیگر علماء کے تائیدی بیانات کے ساتھ شائع کراؤں۔

والسلام

فیض عالم 5/11/76

(صفحہ کی پشت پر)

روایتِ مذکورہ کے متعلق قرآن کانفرنس کے بعد ایک شیعہ عالم سے تحریری گفتگو شروع ہوئی۔ اُسے تو میں نے جو کچھ لکھا شیعہ کتب سے لکھا اور وہ کسی حد تک قائل بھی ہو گیا مگر آپ نے چپ سادھ لی۔

موضوعات سے احتجاج کی صورت نے اہل سنت کو جو نقصان پہنچایا ہے اُس کے متعلق میں حقیقت مذہب شعیہ کے آخری باب قدر مشترک میں اور جناب چشتی صاحب نے میثاق کے اکتوبر نمبر میں اور ڈاکٹر عثمانی صاحب نے توحید خالص میں بالواسطہ بحث کی ہے۔ میں پندرہ دن تک جواب کا انتظار کر کے " اَنَامَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا" کی علمی حیثیت پر کتابچہ کتابت کے لیے دے دُوں گا۔ نامعلوم اِس کے محاکمہ میں کیا لکھا جائیگا۔

والسلام

☆☆☆

حضرتِ اقدسؒ کا جوابی خط

محترم و مکرم حکیم صاحب السلام علیکم ورحمة اللہ

آپ کا پہلا خط بھی ملا اور یہ بھی۔ اگر پمفلٹ طبع کرنے کا اِرادہ ہے تو اِس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ ایک طرف آپ کا خط ہو اور دُوسری طرف میرا خط ہو۔ میں نے جواب میں جو جواب دیئے ہیں اُن کی عبارت

اور ترجمے بھی دیں۔ اُس کے مسودہ کی ایک نقل مجھے بھی بھیج دیں۔

پھر اُسی میں آپ کے اِس سے پہلے خط کے سوالات کا جواب بھی شامل کردُوں گا جو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق آپ نے لکھے تھے۔ اِس طرح کا پمفلٹ تو مفید ہوسکتا ہے ورنہ فائدہ کچھ بھی نہ ہوگا۔

حامد میاں غفرلہٗ

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۰ قسط : ۷

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی [1] کے درمیان خط وکتابت

حضرتِ اقدسؒ کا خط

حکیم صاحب کے ۵/نومبر کے خط کا جواب یہ اِرسال کیا گیا اُن کے خط کے جملوں کے حوالوں سے جواب لکھا گیا تھا۔

آپ نے پھر دریافت کیا ہے کہ ''اِن الفاظ کا روایات کے سلسلہ میں کیا مقام ہے ؟''

---

[1] حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہل بیتؓ کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرامؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظامؓ سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب وشتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

☆ عرض ہے کہ پہلے ہی جواب لکھ چکا ہوں۔ جب آپ نے خط میں یہ عبارت لکھی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرا اعتبار نہیں کیا اِس لیے وہ حوالے دیکھے ہی نہیں اور اب اِس خط میں پھر وہی عبارت لکھ ڈالی ہے جو پہلے ایک خط میں تھی جیسے درمیان میں کچھ ہوا ہی نہ ہو اور میں نے کوئی جواب ہی نہ دیا ہو۔ یہ طرز آپ نے کس مقصد سے اختیار کیا ہے یہ خدا ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ '' ابن الجوزی کہتے ہیں الخ ''

☆ ابن الجوزی کا حال علامہ عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری کی زبانی سُنیے وہ لکھتے ہیں کہ ''انہوں نے روایات کو موضوع قرار دینے میں بڑی سہولت پسندی سے کام لیا ہے حتّٰی کہ اُنہوں نے صحیح حدیثوں کو موضوع کہہ دیا۔ چہ جائیکہ حسن اور چہ جائیکہ ضعیف۔ لیکن حافظ سیوطی نے اِن کا اس طرح پیچھا لیا (تعقُّب کیا) کہ وہ بالکل کافی ہے''۔

اِس لیے میں آپ کی اِس عبارت کے آخر میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کا اُردو ترجمہ کرد وں گا تا کہ آپ کی سمجھ میں آجائے۔ اِس کے بعد علامہ مبارک پوری نے ابنِ جوزی کی کتاب الموضوعات الکبریٰ کا تعارف کرایا ہے۔ اِس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ ''اُنہوں نے مسند احمدؒ کی روایات میں بعض روایتوں کو حتّٰی کہ صحیح مسلم کی ایک صحیح روایت کو بھی موضوع لکھ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''حَتّٰی قَالَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ ھٰذِہٖ غَفْلَۃٌ شَدِیْدَۃٌ مِنْ اِبْنِ الْجَوْزِیْ حَیْثُ حَکَمَ عَلٰی ھٰذَا الْحَدِیْثِ بِالْوَضْعِ یعنی یہ تو نہایت ہی شدید غفلت کی بات ہے کہ اُنہوں نے اِس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۴۲)۔''

دراصل وہ اپنے اُستاذ ابنِ تیمیہؒ کی بہت سی اُن باتوں کی جو اُنہوں نے شدت میں فرمائی تھیں تائید کیا کرتے ہیں اِس لیے اُن کی ایسی کسی بات کا اُس وقت تک اعتبار نہیں ہوگا جب تک دُوسرے ایسے محدثین جو معتدل مزاج تھے اِن کی تائید نہ کریں۔ آپ اگر اصولِ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

اِس خط میں آپ نے پھر یہ الفاظ بدل کر وہی بات لکھی ہے کہ ''علم کا دروازہ صرف ایک علی ہوا۔''

☆ حالانکہ ہم پہلے واضح کر آئے ہیں کہ علم کے کتنے دروازے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُن میں سے ایک دروازہ یقینًا تھے۔ اگر آپ نے میرا خط بلا کسی کمی کے شائع کیا ہوگا تو ناظرینِ اَوراق کی سمجھ میں

اِس کا مطلب اچھی طرح آ گیا ہوگا اور اِس حدیث سے شیعہ حضرات بھول کر بھی اِستدلال نہ کریں گے۔

آپ کا دعوی ہے کہ راویانِ حدیث میں سیدنا علی کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے : حالانکہ بہت بعد میں نہیں آتا بلکہ سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم کے ساتھ آپ وزیر کی طرح رہتے تھے۔ اِن مسائل میں سے اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے تو وہ قابلِ شمار نہیں اور اِن کے علاوہ مزید روایات ہیں جو حضرت عمرؓ کی روایات سے زیادہ ہیں اور فتاوٰی بھی اُن سے زیادہ ہیں اور تدریب الراوی اور ازالۃ الخفاء کی عبارتوں کا میں نے ترجمہ بھی کر دیا ہے جس سے آپ کا علمی مقام سامنے آ گیا اور سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

ابنِ تیمیہ وغیرہم نے جو کچھ لکھا ہے حافظ ابنِ حجر اور جلال الدین سیوطی نے اِن باتوں کو نہیں مانا اور بہت سی سندوں سے یہ روایت پیش کر کے اِسے حسن (ایک طرح کی صحیح) روایت قرار دیا ہے۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا غلط ہے جس رسالہ میں بھی آپ نے دیکھا ہو اعتبار نہ کریں کیونکہ ملا علی قاریؒ نے یہ سارے اعتراضات نقل کرنے کے بعد اِن کا اعتبار نہیں کیا بلکہ کہا ہے **قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْسَعِيْدِ الْعَلَائِيْ** الخ حافظ ابوسعید علائی نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے طرق کے اعتبار سے حسن ہے، نہ اتنی قوی ہے کہ صحت کے درجہ میں داخل کر لی جائے اور نہ اتنی کمزور ہے کہ اِسے ضعیف کہا جا سکے، چہ جائیکہ موضوع (یعنی من گھڑت اور باطل ہو) **ذَكَرَهُ الزَّرْكَشِيْ** ۔ پھر ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اِس کے بارے میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے نہ تو صحیح کے درجہ کی ہے جیسے حاکم نے کہا اور نہ موضوع ہے جیسے کہ ابنِ جوزی نے کہا۔ (مرقاۃ ج ۵ ص ۵۷۱)

یہاں یہ بات یاددہانی کے لیے پھر دُہرائے دیتا ہوں کہ حدیث کی سند کے بارے میں اُردو والا محاورہ نہیں چلتا کہ یا تو یہ بات صحیح ہوگی ورنہ غلط۔ بلکہ حدیث میں صحیح اور غلط کے درمیان بھی درجے ہیں۔ ''صحیح'' سے نیچے دُوسرے درجہ پر ''حسن'' ہوتی ہے جسے احکام میں صحیح ہی کا درجہ دیا جاتا ہے اور تیسرے نمبر پر ''ضعیف'' ہوتی ہے اِس پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔ اور عالم حدیثِ ضعیف کی موجودگی میں اپنے قیاس سے کام نہیں لیتا۔ اِس سے بھی نیچے گر کر جو درجہ ہے وہ ''باطل'' اور ''موضوع'' کا ہے جسے حدیث ہی نہ کہنا چاہیے کیونکہ موضوع کا مطلب ہے من گھڑت۔ یہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اِسی مقام پر جلال الدین السیوطیؒ کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ میں نے علائی اور عسقلانی

کا کلام تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے جو موضوعات پر تعقبات کے بارے میں لکھی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اِسی صفحہ پر امام احمد رحمہ اللہ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا مشکل مسئلہ پیش آنے سے پناہ مانگتے تھے جسے حضرت علی نہ حل کر سکتے ہوں۔ اُنہوں نے امام احمدؒ کے حوالے سے یہ روایت بھی دی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اُنہوں نے جواب میں فرمایا کہ وہ ایسے تھے کہ اُن کا باطن علم وحکمت سے بھرا ہوا تھا (اور وہ مجسم) بہادری اور ہیبت تھے۔ اِس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی قریبی رشتہ داری کا شرف بھی حاصل تھا۔ مسند احمد ہی کے حوالہ سے یہ روایت بھی دی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا تم اِس سے خوش نہیں کہ تمہارا شوہر اِسلام لانے میں سب سے پہلا ہو (یعنی کم عمر لوگوں میں سے) اور اُن میں سب سے زیادہ علم والا ہو اور سب سے زیادہ حلم والا ہو (مرقات ص ۵۷۱) یہ سب کچھ انہوں نے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اِس لیے اگر کوئی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام اِس حدیث کو باطل ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے تو وہ غلطی پر ہے اس کے علاوہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک کتاب "الموضوعات الکبرٰی" کے نام سے لکھی ہے۔ اِس کا نام اُنہوں نے تمیز کے لیے " الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة" رکھا ہے۔ اس میں بھی حدیث اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ لکھ کر ترمذی کا پھر بقول آپ کے "سخاوی" کا پھر ابوحاتم اور یحیٰی بن سعید کا پھر ابن الجوزی پھر ذہبی پھر ابن دقیق العید کا اور دارِ قطنی سب ہی کے اَقوال نقل کرنے کے بعد اِس حدیثِ پاک کے بارے میں فیصلہ کے طور پر حافظ ابن حجر اور حافظ ابوسعید العلائی کے وہ اَقوال ذکر کیے ہیں جو میں نے بحوالہ مرقات شرح مشکٰوۃ ابھی ابھی لکھے ہیں (الموضوعات الکبرٰی ص ۱۱۸ و ۱۱۹)۔ گویا اُنہوں نے بھی حدیث کو حسن ہی تسلیم کیا ہے۔ (حافظ ابوسعید دمشق کے رہنے والے تھے۔ پھر بیت المقدس میں فرائضِ تعلیم انجام دیتے رہے۔ ۷۶۱ھ میں وفات ہوئی۔ ۶۷ سال عمر ہوئی)۔

تنبیہ : آپ نے پہلے خط میں اور اِس خط میں ابوذرعہ ذال سے لکھا ہے۔ یہ اِس بات کی علامت ہے کہ مضمون کسی کتابچہ سے ہی آپ نقل کر کے علامہ بننا چاہتے ہیں۔ جبکہ اصل کتابوں میں ہر جگہ صحیح نام ابوزرعہ زاء سے لکھا گیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور یہ نام بھی نادر نہیں بلکہ معروف ہے۔ اِس میں ایسی غلطی بڑی

فاش غلطی ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''علامہ سخاوی لکھتے ہیں الخ ''

☆ مگر حافظ ابنِ حجر اور جلال الدین سیوطی نے اِن باتوں کو نہیں مانا اور بہت سی سندوں سے یہ روایت پیش کر کے اسے ''حسن'' (یعنی ایک طرح کی صحیح روایت) قرار دیا ہے۔

آپ نے لکھا ہے ''جلال الدین سیوطی کہتے ہیں الخ ''

☆ اِن کا نام لینا بھی بے سود ہے کیونکہ اِنہوں نے موضوعاتِ کبرٰی میں جس کے بارے میں اِنہوں نے فرمایا ہے کہ یہ میں نے موضوعاتِ صغرٰی کے بعد لکھی ہے اُس حدیث کی سندوں پر بحث کی ہے جو مختصرًا سہل اَنداز میں پیش کر رہا ہوں کیونکہ یہ علمی اور اِصطلاحی بحث ہے جو عام علماء کی سمجھ میں بھی آنی مشکل ہوا کرتی ہے۔ اِس لیے بقدرِ ضرورت اِس کا ترجمہ اور مفہوم لکھ رہا ہوں اور اہلِ علم خود ہی اِس کتاب کو دیکھ لیں گے۔ انہوں نے پہلے ابونعیم کی روایت مع سند دی ہے۔ پھر ابن مردویہ کی تین روایتیں مع سند دی ہیں۔

ایک میں دَارُ الْحِکْمَةِ دُوسری میں مَدِیْنَةُ الْفِقْهِ اور تیسری میں مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ کے کلمات ہیں۔ اِس کے بعد طبرانی کی روایت مع السند۔ پھر خطیب کی روایت مع سند پھر عقیل کی روایت مع سند پھر ابنِ عدی کی روایت مع سند پھر خطیب کی مع سند پھر ابنِ عدی کی دو روایتیں مع سند پھر ابنِ حبان کی ایک روایت مع سند پھر ابنِ عدی کی روایت مع سند۔ یہ تیرہ روایتیں مع سند نقل کرنے کے بعد دار قطنیؒ کی جرح جو انہوں نے اِن حدیثوں کے راویوں پر کی ہے نو سطروں میں نقل کی ہے۔ پھر اُس کا جواب دینا شروع کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی حدیث ترمذی نے دی ہے اور حضرت ابنِ عباس کی روایت حاکم نے دی ہے اور حاکم نے راویوں پر بحث کر کے اِسے صحیح ثابت کیا ہے۔ پھر تاریخ الخطیب کے حوالہ سے یحیٰی ابنِ معین کا قول نقل کیا ہے۔

اور یہ کہ ابو الصلت عبد السلام الھروی کے بارے میں یحیٰی بن معینؒ کی رائے ان سے ملاقات کے بعد بدل گئی تھی کہ وہ ثقہ ہیں۔ اِن سے کہا گیا کہ اُنہوں نے ابومعاویہ سے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ کی روایت نقل کی ہے۔ اُنہوں نے جواب میں اِرشاد فرمایا کہ یہ روایت اِن کے علاوہ محمد بن جعفر فیدی نے بھی کی ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ اِسی میں (یحیٰی بن معین کی ملاقات کا واقعہ نقل کیا ہے) کہ یحیٰی بن معین اِن کے پاس گئے۔ ساتھ میں صالح بن محمد بن حبیب الحافظ بھی تھے۔ جب وہاں سے باہر آئے تو میں (صالح) نے دریافت

کیا کہ اِن کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا "هُوَ صَدُوْقٌ" سچے ہیں۔ میں نے کہا وہ اَنَا مَدِیْنَةُ والی روایت نقل کرتے ہیں۔ یحیٰی بن معین نے جواب دیا کہ یہی فیدی بھی روایت کرتے ہیں جیسے ابو الصلت کرتے ہیں۔

خطیب نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یحیٰی بن معین نے عبدالخالق بن منصور کو جو یہ جواب دیا تھا کہ ابو الصلت کو میں نہیں جانتا اور حدیث اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ تو لَیْسَ بِشَیْءٍ کچھ بھی نہیں ہے وہ پہلے کی بات ہے۔ اور ابراہیم بن عبداللہ بن الجنید کو جو اُنہوں نے جواب دیا تھا وہ تعارف کے بعد دیا ہے۔

خطیب نے کہا کہ اعمش رحمہ اللہ والی روایت کے بارے میں یہ ہے کہ ابو الصلت دو حضرات سے روایت نقل کرتے ہیں: (۱) ابومعاویہ (۲) اعمش۔ تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش سے اِن کی اِس روایت کا انکار کیا ہے (اور ابومعاویہ سے روایت کا انکار نہیں فرمایا) اور یحیٰی ابن معین نے ابومعاویہ والی روایت کا انکار کیا تھا۔ پھر اس کی تلاش کی تو یہ معلوم ہوا کہ ابو الصلت کے علاوہ بھی ابومعاویہ سے روایت لینے والے اور لوگ ثابت ہیں (اِس کے بعد ابو الصلت سے ملاقات بھی فرمائی جو اُوپر گزری)۔

قاسم بن عبدالرحمٰن الانباری نے کہا میں نے یحیٰی سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ "صحیح" ہے۔ خطیب نے کہا کہ معاویہ سے یہ صحیح ہے باطل نہیں ہے کیونکہ اِن سے دُوسرے بھی نقل کرتے ہیں۔ پھر اِسی قسم کا سوال احمد بن محمد بن القاسم بن محرز نے بھی یحیٰی سے کیا تو اُنہوں نے جوابِ مذکور کی طرح کا جواب دیا۔

عباس الدوری کی بھی اِسی قسم کی گفتگو یحیٰی بن معین سے ہوئی۔ اور ابوعلی صالح بن محمد نے بھی یحیٰی بن معین کا ایسا ہی قول نقل کیا ہے۔ اُنہوں نے یحیٰی سے یہ بھی پوچھا کہ دُوسرے راوی فیدی کا کیا نام ہے۔ یحیٰی نے جواب دیا محمد بن جعفر۔

اِس کے بعد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صلاح الدین العلائی کا اِس حدیث پر محاکمہ نقل کیا ہے۔ اُس کا ترجمہ بھی پیش کرتا ہوں کہ "اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوعات میں متعدد طرق سے ذکر کیا ہے اور سب کے باطل ہونے کا دعوٰی کیا ہے۔ اور اِسی طرح اِن کے بعد ایک جماعت نے بھی جن میں ذہبی ہیں۔ اُنہوں نے میزان الاعتدال میں اور اِن کے سواء اَوروں نے بھی۔ اور جس روایت کی شہرت ہے اُس کی سند

یہ ہے کہ اَبُوْالصَّلْتِ عَبْدُ السَّلَامِ بْنِ صَالِحِ الْھِرَوِیُّ عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُّجَاھِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَّرْفُوْعًا. اور اِن عبدالسلام کے بارے میں کافی گفتگو کی گئی ہے۔نسائی نے کہا لَیْسَ بِثِقَةٍ. دارِقطنی اور ابن عدی نے کہا مُتَّھَمٌ . دارِقطنی نے یہ لفظ بھی بڑھایا ہے کہ رَافِضِیٌّ. اور ابوحاتم نے کہا کہ میرے نزدیک وہ صدوق نہیں ہیں۔اور ابوزرعہ نے اِن کی حدیث کی تصویب کی ہے۔

(لیکن) اس سب کے باوجود حاکم نے کہا کہ حَدَّثَنَا الْاَصَمُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسِیٌّ یَعْنِی الدَّوْرِی قَالَ کہ دَوری نے کہا کہ میں نے ابو الصلت کے بارے میں یحیٰی بن معین سے دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ ثقہ ہیں۔ میں نے کہا کہ اُنہوں نے ابومعاویہ سے حدیث اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ بیان کی ہے تو اُنہوں نے جواب دیا کہ محمد بن جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثقہ ہیں اُنہوں نے (بھی) ابومعاویہ سے روایت کی ہے۔اور صالح جزرہ نے بھی ابن معین سے ایسا ہی سوال و جواب نقل کیا ہے۔ پھر حاکم نے محمد بن یحیٰی بن الضریس سے جو کہ ثقہ اور حافظ ہیں عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ الْفَیْدِیْ عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ روایت کی ہے۔ اِس کے بعد علائی نے فرمایا کہ اَب ابو الصلت عبد السلام اپنی ذمّہ داری سے سبکدوش ہوگئے۔ اور ابومعاویہ ثقہ ہیں مامون (محفوظ) ہیں۔ وہ اُن بڑے مشائخ اور بڑے حفاظ میں ہیں کہ جن پر سب کو اتفاق ہے۔اور وہ اعمش سے لینے میں متفرد ہیں۔ علائیؒ نے فرمایا کہ اِس میں کیا بات ہے اور کون سی محال چیز پیش آرہی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس قسم کی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمادیں۔اور جس کسی نے بھی اِس پر اعتراض کیا ہے اور اِسے موضوع (باطل) کہا ہے اُن میں سے کسی نے بھی یحیٰی بن معین سے اِن صحیح روایتوں کا جواب نہیں دیا (ابن معین کی رائے جن کے بارے میں آئی ہے) پھر اِس کے ساتھ ساتھ ایک روایت اِس کی شاہد بھی ہے جو ترمذیؒ نے دی ہے۔ اور یہی روایت وسند ابومسلم کجی وغیرہ نے محمد بن عمر بن الرومی سے دی ہے۔اور امام بخاری نے صحیح بخاری کے علاوہ کتابوں میں محمد بن عمر الرومی کی روایت لی ہے۔ ابن حبان نے اِن کی توثیق کی ہے اور ابوداؤد نے اِنہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ابوزرعہ نے کہا فِیْهِ لِیْنٌ. اِن میں نرمی یعنی ایک قسم کی کمزوری ہے۔

اِس کے بعد حافظ علائی نے ترمذی شریف کی روایت مع سند دی ہے جس میں محمد بن عمر بن الرومی عن شریک آئے ہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ حاکم کی سند اور ترمذی کی سند میں شریک کے بجائے ابومعاویہ آئے

ہیں۔ اور اِن سے پہلے راوی محمد بن عمر بن الرومی کے بجائے محمد بن جعفر الفیدی آئے ہیں جس سے محمد بن جعفر کی ذمّہ داری کا بوجھ تقسیم ہوگیا۔ اور شریک بن عبداللہ النخعی القاضی ہیں۔ امام مسلم نے اِن سے روایت لی ہے۔ امام بخاری نے تعلیق لی ہے۔ یحیٰ بن معین نے اِن کی توثیق کی ہے۔ عجلی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ اور حسن الحدیث ہیں۔ عیسیٰ بن یونس نے کہا کہ میں نے اِن سے زیادہ علم میں وَرَع اختیار کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ تو ایسی صورت میں (اِن کا تفرد بھی حسن شمار ہوگا۔ چہ جائیکہ اِن کے ساتھ جب حدیث ابی معاویہ والی سند بھی ملالی جائے (یعنی اَب اِس حدیث کی سندیں بھی جدا جدا راویوں سے ڈبل ہوگئیں) اور اِس پر یہ اعتراض کہ بعض راویوں نے صنابحی کا سند میں ذکر نہیں کیا، نہیں آسکتا۔ کیونکہ خود حضرت سوید ابن غفلۃ ایسے تابعی ہیں جو مُخَضْرَمْ ہیں (یعنی جنہوں نے جاہلیت کا قبل اَز اسلام زمانہ بھی دیکھا ہے) اور اُنہوں نے خلفاء اَربعہ کو پایا ہے اور اِن سے روایات سُنی ہیں۔ اور صنابحی کا ذکر کرنا مزید سند کو متصل ہی کرنا ہے۔ اور ابوالفرج (ابنِ جوزی) نے اور اِن کے سواء کسی اَور نے بھی شریک کی حدیث میں توڑ کرنے والی کوئی اور بات نہیں ذکر کی۔ سوائے اِس کے کہ اُنہوں نے موضوع قرار دینے کا ایک دعوٰی کیا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے اِس کے بعد حافظ ابنِ حجر کا اِس حدیث کے بارے میں فتوٰی اور فیصلہ نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے : ''اُنہوں نے فرمایا کہ اِس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ اور ابوالفرج ابن الجوزی نے اِن سے اختلاف کیا اور اسے موضوعات (باطل) میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ جھوٹی من گھڑت ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دونوں کی بات غلط ہے اور حدیث حسن کی قسم کی ہے، نہ تو صحت کے درجہ کو پہنچتی ہے اور نہ کذب کے درجہ تک گری ہے۔ اور اِس کے بیان کرنے میں طوالت ہے۔ لیکن اِس حدیث کے بارے میں یہ ہی بات (کہ وہ حسن ہے) قابلِ اعتماد ہے۔ انتہٰی ''

جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا کہ میں نے حافظ ابن حجر کی تحریر میں سے جہاں اُنہوں نے اور حدیثوں کا جواب لکھا ہے اِس حدیث کے بارے میں دیکھا۔ اُنہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ حاکم نے اِس حدیث کا ایک شاہد پیش کیا ہے وہ حدیث جابر ہے۔ پھر حافظ جلال الدین نے وہ روایت مع سند نقل کی ہے۔ جلال الدینؒ نے فرمایا کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں ذہبیؒ کی روایت عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَۃْ والی کے بارے میں فرمایا ہے کہ ذہبی نے اِسے موضوع قرار دیا ہے۔ (لیکن) اِس حدیث کی بہت سی سندیں ہیں جو مستدرک حاکم میں

ہیں جن کا کم سے کم بھی درجہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ حدیث کی اصلیت ہے۔ لٰہذا اِس پر موضوع ہونے کا اطلاق نہ کرنا چاہیے اور اِس کی تشریح طوالت طلب ہے۔ انتہٰی ۔''

پھر جلال الدین سیوطیؒ نے اِس کے بعد اِس حدیث کی اور سندیں بھی نقل کی ہیں۔ اور خطیب کی کتاب تلخیص المتشابہ سے پانچ روایتیں دیلمی سے ایک۔ ابنِ عساکر سے دو حدیثیں مع اسناد وغیرہ نقل کی ہیں۔ یہ طویل بحث ص ۳۲۹ سے لے کر ص ۳۳۶ تک ہے۔ دیکھیں **اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة ج۱** ۔ میں نے پہلے خط میں بالاختصار اِس کتاب کے حوالہ پر اکتفاء کیا تھا مگر آپ نے کتاب اُٹھا کر نہیں دیکھی اور وہی پہلے خط والی عبارت بے محنت کیے دوبارہ لکھ ڈالی۔ جیسے وہ وحی بلکہ آیت ہے۔ میں نے آپ کو پہلے اپنے ایک خط میں لکھا تھا ''اَب اس حدیث کی تحقیق اگر آپ اپنے ذہنی دائرہ سے آزاد ہوکر کرنی چاہیں تو '' **اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة**'' میں اِس کا مطالعہ کریں۔''

اَب میں نے دوبارہ بھی گویا اپنا جواب ہی دہرایا ہے۔ اب آپ نے اُردو میں یہ بحث پڑھ کر سمجھ لیا ہوگا کہ ابنِ معین کے اَقوالِ صحیحہ کے بارے میں ابنِ جوزی نے کچھ لکھا ہی نہیں۔ اور امام ترمذی نے جو ترمذی میں فرمایا ہے اُسے دُوسری سند سے تقویت ہوگئی ہے۔ اور اَب آپ اِس حدیث کے معنٰی بھی سمجھ گئے ہوں گے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے علم کے بارے میں جو اشکال تھا وہ رفع ہوگیا ہوگا۔ کیونکہ میں نے اِن ہی حضرات سے سب کچھ لکھا ہے جنہیں آپ جانتے تھے اور جن کے نام آپ نے خود ہی لکھے تھے۔ باقی بحث بے انتہا باقی ہے۔ جو اِس رسالہ میں نہیں آسکتی۔ جو آپ حسبِ وعدہ بلا ردّ وبدل کے اور اَب میرے جواب پر بغیر مزید حاشیہ چڑھائے بلاکم وکاست چھاپیں گے۔ کیونکہ آپ خوب خوب لکھ چکے ہیں اور اگر میں یہ تجویز نہ پیش کرتا تو آپ چھاپ ہی دیتے۔ کہ میں آپ کے آخری دو خطوط کا جواب بھی لکھے دیتا ہوں۔ اپنے خطوط کے ساتھ وہ جواب بھی چھاپیں تاکہ لوگوں کو صحیح معنٰی میں فائدہ ہو۔ اگر آپ کی نظر میں اب بھی کچھ لکھنا ضروری ہو تو رسالہ میں نہ لکھیں بلکہ مجھے لکھیں تاکہ میں اُس کا جواب لکھوں۔ پھر آپ کا خط اور میرا جواب رسالہ کے دُوسرے حصہ میں چھپے۔ اِس رسالہ میں اِتنا ہی چھپے۔ اور اَب آپ کو بالکل کُھلے دل سے اجازت دیتا ہوں کہ روایت پر جو اشکال ہو وہ مجھے لکھ سکتے ہیں۔ میں جواب دیتا رہوں گا۔ اور اِس کا اِتنا مواد موجود ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ورنہ اپنے اکابر کا مسلک اختیار کریں۔ نئے مسلک جو اَب ایجاد ہو رہے ہیں اُنہیں

''تحقیقِ جدید'' نہ سمجھیں بلکہ فتنہ سمجھیں۔ جس کی دراصل درپردہ کسی نہ کسی سابق فتنہ سے اپنی کڑی ملی ہوتی ہے یا مستشرقین کا پیدا کردہ فتنہ ہوتا ہے۔ اُس سے متأثر نہ ہوں بلکہ جواب سوچیں یا اپنی نظر میں کسی بڑے محتاط متقی اور جید عالم سے پوچھ لیں وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ . نیز بہت سے علماء اُس شخص کے معتقد ہوجاتے ہیں جو مضمون نویسی کا ماہر ہو۔ حالانکہ عمدہ مضمون نویسی اور چیز ہے اور علم و فقاہت و حکمت اور چیزیں ہیں۔ اور ترجیح اُن ہی کو ہے چاہے ملمع سازی دُوسرے شخص میں ہوں۔ اِس لیے میں نے عالم کے ساتھ محتاط متقی اور جید کی قید بڑھائی ہے۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

سلسلہ نمبر ۳۰ قسط : ۸، آخری

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حکیم فیض عالم صدیقی کی بے راہ رَوی

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم فیض عالم صدیقی [1] کے درمیان خط و کتابت

حضرتِ اقدسؒ کا خط

آپ نے اپنے 9/8/76 کے خط میں اِس حدیث کے ناقابلِ اعتبار ہونے کی دلیل میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمة اللہ علیہما کے نام بھی دیے تھے۔ وہ اِس خط میں نہیں لکھے۔ میں نے اِس خط میں اشارۃً جواب لکھا تھا، اَب اُن کی عبارت بھی لکھ رہا ہوں ''وحکمتِ اُو بیش اَزاں اَست کہ باحصاء درآید و چگونہ میسر شود احصاء آں حالانکہ آنحضرت ﷺ فرمودہ باشند اَنَامَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

---

[1] حکیم فیض عالم صاحب صدیقی غیر مقلدین کے بے نظیر و مایۂ ناز محقق ہیں۔ اِس زمانہ کے نواصب (اہلِ بیتؓ کے مخالفین) میں اِن کو خاص مقام حاصل ہے۔ اِنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور تقریباً ہر کتاب میں اسلاف کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حتّٰی کی اِن کی دَست برد سے صحابہ کرامؓ بھی نہیں بچ سکے، اہلِ بیت عظامؓ سے اِن کو خصوصی پرخاش تھی، چنانچہ اِنہوں نے اُن پر جی کھول کر سب و شتم، دشنام دہی اور دریدہ دہنی کی ہے۔ موصوف کو جہلم میں خود اپنی مسجد کے اندر ۱۹۸۳ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنی کتاب ''اختلاف کا اَلمیہ'' حصہ اوّل کی طبع دوم میں حضرتِ اقدس مولانا سیّد حامد میاںؒ کے ساتھ اپنی اِسی زیرِ نظر مکاتبت کا حوالہ دیا ہے۔ (ادارہ)

لیکن قدرے متیسر بقلم آریم''، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکمت اِس سے زیادہ ہے کہ وہ کسی دائرہ میں آسکے اِس کا شمار کرنا ایسی حالت میں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اَنَامَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فرمایا ہو کب آسان کام ہوسکتا ہے، لیکن پھر بھی جتنا آسانی سے ہوسکتا ہے وہ ہم تحریر میں لا رہے ہیں۔ (ازالۃ الخفاء ص ۲۷۱ و ص۲۷۲)

اور قُرَّۃُ الْعَیْنَیْنِ میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مناقبِ سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ میں اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کی روایت لائے ہیں۔ (دیکھئے قرۃ العینین ص ۱۴۰، ۱۴۱)

تو آپ نے اِن حضرات کے نام کا استعمال غلط کیا تھا بلکہ یہ تو اِس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلتِ علمی ثابت کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مسئلہ پر بحث کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں :

''بخلاف اُن صحابۂ کرام کے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مرتبہ اجتہاد کو پہنچے اور آنحضرت ﷺ نے اُن کے مسائلِ اجتہادیہ کی تصدیق فرمائی اور اُن صاحبوں کو فتویٰ اور اجتہاد کی اجازت فرمائی تھی مثلاً حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور اُن کے مانند اور جو صحابۂ کرام ہوئے، تو جن صحابۂ کرام کو آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں اجتہاد کا مرتبہ حاصل نہ ہوا تھا ایسے صحابۂ کرام کے اجتہاد کی نفی کرنا دُرست ہے کیونکہ اُنھیں آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں اجتہاد کا مرتبہ حاصل نہ ہوا تھا'' الخ (ص ۲۰۲ فتاوٰی عزیزی ج ۱)

ایک دُوسری جگہ وہ تحریر فرماتے ہیں :

''حضراتِ شیخین کی تفضیل حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم پر ہر اعتبار سے نہیں بلکہ محققین نے لکھا ہے کہ حضراتِ شیخین میں بھی کسی سے ایک صاحب کی تفضیل دُوسرے صاحب پر ہر وجہ سے ثابت ہونی محال ہے، اِس واسطے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہادِ سیفی و سنانی میں اور فنِ قضاء و کثرتِ روایتِ حدیث میں اور ہاشمیت و حنیفیت میں اور علی الخصوص اِس وجہ سے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زوجیت کی قرابت ہے افضل ہیں، اور اِن

وجوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر قطعی طور پر ثابت ہے اور ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قطعی طور پر اِن اُمور میں ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایمان لے آئے، اور ایسا ہی یہ بھی کہ پہلے نماز پڑھی، بلکہ مراد اِس اَمر سے کہ حضراتِ شیخین کو حضرت علی پر فضیلت ہے یہ ہے کہ سیاستِ اُمت، حفظِ دین، سدباب فتنہ وترویج احکامِ شرعیہ اور ممالک میں اشاعتِ اسلام اور اقامتِ حدود و تعزیرات کہ اِن اُمور کو آنحضرت ﷺ کے مانند انجام دینے میں حضراتِ شیخین کو حضرت علی پر فضیلت ہے اور خلافتِ کبریٰ کے یہی مقاصد ہوتے ہیں اور اِسی وجہ سے اِس اَمر پر صحابہ کا اجماع ہوا کہ خلافتِ کبریٰ کے مقاصد میں حضراتِ شیخین مقدم ہیں۔
(فتاویٰ ص ۳۷۱ ج ۱)

اَب شیخ الاسلام حضرتِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبِ گرامی کی بقیہ عبارت جو مکتوب کے نمبر ۵ میں تحریر فرمائی ہے یہاں نقل کرتا ہوں۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ . "اَلْعِلْمُ" اَصل الف ولام میں عہدِ خارجی ہے جس کے معنٰی علی طریقِ الاصولیین والبیانیین فردِ معین کا اِرادہ کرتا ہے، خواہ اِس کا تعین عبارۃً ہو یا حضورًا یا عملاً یا حسًا لہٰذا کیوں نہیں، ممکن ہے کہ کسی خاص علم کا اِرادہ فرمایا گیا ہو اور اُس کے حاصل کرنے کے لیے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ذریعہ ہوں، جملہ علومِ رُوحانی یا مادی شرائع سے تعلق رکھتے ہوں یا طریق تصوف سے عبادات کے علوم ہوں یا معاملات وغیرہ سب کا اِرادہ کرنا محلی باللام الخارجی ہے کیونکر صحیح ہوسکتا ہے، حالانکہ باتفاق اُصولیین والبیانیین اَصل عہدِ خارجی ہے استغراق کا اِرادہ صرف اُس وقت میں کیا جاسکتا ہے کہ عہدِ خارجی ممتنع ہو جائے اور واقعہ بھی یہی ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے علومِ متنوعہ تمام صحابۂ کرام سے پھیلے، صرف تصوف کا نشو ونما حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا، دُنیا میں جس قدر بھی سلاسلِ طریقت ہیں سب کا مرجع حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا اسم

گرامی ہے۔نقشبندیہ کا ایک سلسلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے مگر اُس میں انقطاع بہت زیادہ ہے اتصال والا طریقہ اُن کا بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کا دریوزہ گر ہے، بناء علیہ اِس حدیث کو اِسی پر محمول کرنا لازم ہے کہ علم باطن اور تصوف میں داخل ہونے کے لیے پسماندگان اور بعد آنے والوں کے لیے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ' وسیلہ ہیں۔

صراط مستقیم میں حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (ص ۵۸) وحضرت مرتضٰی یک نوع (جس کا میں ترجمہ کیے دیتا ہوں) کہ حضرت مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو ایک قسم کی فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ تفصیل یہ ہے کہ اُن کے پیروکاروں میں محبت بکثرت ہے، اور مقاماتِ ولایت بلکہ تمام خدمات کی وساطت ثابت ہے جیسے قطبیت، غوثیت اور ابدالیت وغیرہ کہ یہ سب حضرت مرتضٰی کے زمانہ باکرامت سے دُنیا کے ختم ہونے تک سب ہی آپ کی وساطت سے ہے، اور بادشاہوں کی بادشاہت اور اُمراء (حکام) کی اَمارت میں بھی اِن کی ہمت کو بڑا دخل ہے، جو کہ عالم ملکوت کے سیاحوں پر مخفی نہیں'' الخ اِسی قسم کی تفصیل حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں بھی بکثرت موجود ہے۔ بہرحال مراد اِس جگہ پر عموم نہیں ہوسکتا، نہ تو قواعد اِس کے حامی ہیں نہ واقعات۔ واللہ اعلم ''(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۸۲ ج ۱)

یہ عبارت صراطِ مستقیم میں حضرت سید صاحب کے ملفوظات میں بقلم مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما آگئی ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہید تو اور بھی آگے بڑھ گئے، اَب آپ کیا کریں گے، ایک جگہ فرمایا ہے کہ اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ کی روایت کی وجہ سے اِس روایت مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ کا اِن حضرت کے علوم سے تعارض نہیں ہوتا۔

آپ نے اِس دفعہ پھر حضرت شاہ ولی اللہ کے نام سے ایک عبارت لکھ دی ہے نمبر ۶ میں مگر آپ نے میرے طلب کرنے کے باوجود اِس دفعہ بھی قرۃ العینین کے صفحہ کا حوالہ نہیں دیا حالانہ اُس میں اُنہوں نے

خود روایت مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ دی ہے اور میں نے اَب کی بار صفحہ تک کا حوالہ دے دیا ہے، اِسی طرح نمبر ۷ میں لکھ دیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز کہتے ہیں الخ مگر میرے طلب کرنے کے باوجود حوالہ اِس کا بھی غائب ہے، نہ معلوم کس رسالہ میں آپ نے پڑھ کر یہ مضمون پسند کیا اور وہیں سے ہر دفعہ اِسی طرح نقل کر دیتے ہیں حتی کہ ابوزرعہ کا نام بھی آپ صحیح نہیں لکھ سکتے۔ پہلے خط میں جس میں یہ عبارت تھی اُس میں اور اِس خط میں بھی آپ نے ابوذرعہ ذال سے لکھا ہے، جہاں سے نقل کرتے ہوں گے وہاں کاتب کی غلطی سے ایسا لکھا گیا ہوگا، اُسی کی تقلید میں آپ بھی یہی لکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُن ائمہ رجال کا آپ کو خود کوئی پتہ ہی نہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف فرمائیے الخ

☆ ارے بھائی! اگر غلطی ہو تب ہی تو رجوع ہوگا پہلے غلطی تو ثابت کریں، آپ کا اپنا حال تو یہ ہے کہ صحیح نام بھی نہیں لکھ سکتے اور حدیث کی عبارت بھی صحیح نہیں لکھ سکتے کہ افضل بناتی کے بجائے افضل البناتی لکھتے ہیں اور حدیث کا حوالہ بھی چھپاتے ہیں کہ کہیں سند نہ پکڑی جائے۔

آپ نے اپنے خط میں گلہ کیا ہے کہ تا حال کوئی جواب نہ ملا۔

لیجیے اَب جواب تحریر کر دیا ہے۔

آپ نے لکھا ہے : نسلی عصبیت کو خیر باد کہہ کر الخ

☆ نسلی عصبیت سے تو بحمد اللہ میرا ذہن اِس وقت تک خالی ہے، آگے کے لیے بھی خداوند کریم سے حفاظت ہی کی دعاء مانگتا ہوں۔ سادات کے گھرانوں میں حضرات حسنین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں نام کے ساتھ علیہ السلام بولنے کی عادت ہوتی ہے۔ میں نے مشق کر کے یہ عادت چھوڑی ہے اور مناقبِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے تو علماء بھی ناواقف ہیں میں ہمیشہ بفضلہٖ بیان کرتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ حق وہی ہے جو عباسی صاحب نے بیان کیا ہے الخ

☆ میں نے اُن کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا نہ ہی میرے پاس ہیں۔ آپ کے پاس ہوں تو قیمتاً یا عاریۃً کچھ عرصہ کے لیے دیں پھر کچھ رائے قائم کر سکوں گا لیکن اگر اُن کی باتیں عقائد و مسلمات سلف کے خلاف ہوں گی تو میں یہ نہیں کروں گا جو اصلاحی صاحب نے کیا ہے. میں کبھی کبھی تاریخ بھی دیکھتا رہتا ہوں اور پکا اُصولی اہلِ حدیث ہوں یعنی حنفی مسلک کا حدیث کی روشنی میں قائل ہوں اِسی لیے آپ سے حدیث ہی

پر بات کرتا ہوں ۔اِمام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تحریر میں کہیں نہیں لایا۔ میرے نزدیک حنفی مالکی شافعی حنبلی علماء سب ہی اہل حدیث اور اہل قرآن ہیں ۔

آپ نے لکھا ہے کہ : ''آپ اخلاقی جرأت سے کام لیں''۔

☆ آپ کی یہی فرمائش پوری کر رہا ہوں ۔اَب آپ اَخلاقی جرأت سے کام لیں،توبہ کر کے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ' کو اُن کا حق دیں اور حدیث کو حسن کا درجہ دیں۔

آپ نے لکھا ہے : ورنہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اُسے ایک پمفلٹ کی الخ

☆ اَب چاہے آپ میثاق میں شائع کرائیں یا پمفلٹ چھاپیں۔ آپ نے لکھا ہے ''(وہ شیعہ دوست) کسی حد تک قائل بھی ہو گیا ہے مگر آپ نے چپ سادھ لی۔ عرض ہے کہ شیعہ تو اِس لیے قائل ہو گیا ہو گا کہ وہ واقعی اِس حدیث کا مطلب غلط سمجھے ہوئے تھا اور پورا شہر کا ایک ہی دروازہ مانتا تھا جیسے اور شیعہ کہتے ہیں۔ باقی میں نے تو حقیقت واضح کردی ہے۔اب آپ بالکل ترمیم و تنسیخ کے بغیر اِسی طرح چھاپیں۔اِس میں آپ کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اگر کچھ اور لکھنا چاہیں تو پہلے مجھے لکھیں تا کہ میں اُس کا جواب لکھوں اور چاہے چپ سادھ لیں ، نہ پمفلٹ چھاپیں نہ کسی رسالے میں دیں اور اپنے خیال ناپختہ سے توبہ کریں۔

آپ نے لکھا ہے کہ : موضوعات سے احتجاج کی صورت نے اہلِ سنت کو جو نقصان الخ

☆ موضوعات سے احتجاج جائز نہیں اور حدیث حسن کو موضوع کہنا بھی غلط ہے۔ عقل سے کام لے کر تطبیق و توجیہ کریں تو بھی جواب ہو جائے گا ورنہ اہلِ باطل تمام ہی ادلہ شرعیہ اور احکام شرعیہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ کس کس چیز کو موضوع کہہ کر راہِ فرار اختیار کرتے جائیں گے ،موضوع کہہ کر جان چھڑانا آسان زیادہ ہے مگر یہ طریقہ ہی بالکل غلط ہے،کوئی ایسی بات پیش آئے تو ہم سے بھی پوچھ لیا کریں ، ہوسکتا ہے کہ کوئی فائدہ خدا پہنچادے۔

حامد میاں غفرلہ'

۲۲/ ذوالحجہ ۹۶ھ

☆

حکیم فیض عالم صدیقی کے مزید دو خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا ! السلام علیکم ! گرامی نامہ ملا، میرے پاس پہلے اور آخری خط کی نقل موجود ہے (19/8)(30/9)اور(8/10) کے تین خطوط کی نقول نہیں ،صرف تین خطوط متذکرہ کی نقل کی ضرورت ہے، نیز 5 نومبر کے خط کے جواب میں بھی جولکھنا ہولکھ کر بھیج دیں، اِنشاء اللہ ایک شوشے کی بھی کمی بیشی نہیں ہو گی۔

والسلام

فیض عالم محلّہ مستریاں جہلم

8/11

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سید صاحب! السلام علیکم! آپ کا کارڈ ملا برائے مہربانی میرے تمام خطوط بھیج دیجیے میں اِنشاء اللہ بالترتیب تمام خطوط بغیر کسی کمی بیشی کے پمفلٹ کی صورت میں شائع کرادُونگا، اگر آپ کچھ مزید لکھنا چاہتے ہیں تو بصد شوق لکھیے ، ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہیں ہوگی ۔

والسلام

فیض عالم صدیقی محلّہ مستریاں جہلم

11/11/76